ماھنامہ
صراطِ مستقیم
برمنگھم
April 2022

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 42 No. 06 April 2022

Shaban/ Ramzan 1443 AH

جلد: 42 شمارہ: 06 اپریل 2022ء

شعبان/رمضان 1443ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:
SIRAT-E-MUSTAQEEM
20 Green Lane, Small Heath,
Birmingham B9 5DB
Tel: 0121 773 0019
Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

رمضان کی آمد آمد ہے، اللہ تعالیٰ اس ماہ مبارک کے فیوض وبرکات ایمان، صحت وسلامتی کے ساتھ عطا فرمائے۔

رمضان کا مہینہ ذکر و اذکار، توبہ واستغفار، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور تعلق بالقرآن کے اعتبار سے موسم بہار کی حیثیت رکھتا ہے۔ بے حس اور مردہ دل انسانوں میں بھی اس ماہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں۔ اس کی آمد کے ساتھ ہی جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ یعنی حصول جنت کے ذرائع اور امکانات مختلف عبادات اور متنوع اعمال صالحہ کی شکل میں متوفر ہوتے ہیں، جبکہ معاصی اور منکرات کے خطرات گھٹ جاتے ہیں، کمزور ایمان کا شخص بھی ماہ مقدس میں گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ عام دنوں میں وہ ان برائیوں پر دیدہ دلیری سے عمل پیراہ ہوتا ہوگا۔ تقویٰ اور نیکیوں کی باد بہاری کچھ ایسی چلتی ہے کہ شیاطین کی سرگرمیاں ماند پڑ جاتی ہیں۔ فرمان نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے:

«إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ» (صحیح مسلم:1079)

یقیناً قابل ملامت ہے وہ شخص جو موسم بہار میں رہتے ہوئے اپنی جھولی نیکیوں سے بھر نہ سکے، گویا کوئی دریا کے کنارہ بیٹھ کر پیاسا رہ جائے۔ رسول رحمت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کی زندگی میں رمضان آیا اور چلا گیا لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔"

«وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ» (جامع ترمذی:3545)

اس ماہِ مبارک کا ہر حصہ حصول ثواب کے امکانات سے پر ہے، اس کی راتیں نورانی، دن پر فشانی، اس کی ہر گھڑی رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی کا سبب ہے۔ اس کی اہم اور بڑی عبادت صوم رمضان ہے جو ارکان اسلام میں سے ایک ہے۔

«بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ» (صحیح بخاری:8؛ صحیح مسلم:16)

کسی بھی عبادت کی بجاآوری کے لیے اتنا حکم ہی کافی ہے کہ وہ مسلمان پر فرض ہے، پھر ہم عمل کرنے کے پابند ہوں گے لیکن صوم رمضان کی حیثیت صرف فرض کی بجاآوری کی نہیں، اس عمل میں ہمارے لیے بے حساب ثواب کی بشارت بھی دی گئی، اللہ عزوجل نے دیگر عبادات کے مقابلہ میں اس کی نسبت خود اپنی طرف کی ہے کہ آدمی کے ہر عمل کا ثواب مقرر ہے لیکن صائم کو خود رب تعالیٰ نوازے گا اس کے خزانے بے شمار، اس کی جود وسخا بے حساب۔

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ» (صحیح بخاری:1904)

روزہ دار کے لیے مزید بشارت دی گئی کہ جو ایمان اور رضاء الٰہی کے لیے روزہ رکھے گا، اس کے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے۔

«وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» (صحیح بخاری:1901؛ صحیح مسلم:760)

روزِ قیامت جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، ایسے روزہ دار کو مکمل اعزاز واکرام کے ساتھ خصوصی دروازہ ریان سے جنت میں لے جایا جائے گا، اس گیٹ سے روزہ داروں کے علاوہ کسی اور کو گذرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ» (صحیح بخاری:1896؛ صحیح مسلم:1152)

روزہ دار دو قسم کی خوشیوں سے سرفراز ہو گا۔ رمضان میں ہر روزہ ظاہری خوشی جب وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں افطار کے وقت اپنے سامنے دیکھے، دن بھر کی بھوک پیاس کے بعد شکم سیری کا موقع ملے اور اپنے خالق کا شکر بجالاتے ہوئے سنت کے مطابق اس کی زبان سے یہ کلمات ادا ہوں:

«ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ» (سنن ابوداود:2357)

کہ پیاس بجھی، رگیں تروتازہ ہوئیں اور ان شاءاللہ اجر وثواب پکا ہو گیا۔"

روزہ دار کو دوسری مسرت اس وقت ہو گی جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔ اسے انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔

«وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ» (صحیح مسلم:1151)

ماہِ مبارک کے دن اجر وثواب سے پر ویسے ہی راتیں بھی نیکیوں سے بھری ہوئی، قیام اللیل تراویح یا تہجد کا اہتمام دن بھر کی تکان کے باوجود ایک مؤمن شوق اور رغبت کے ساتھ اس اضافی صلاۃ میں حصہ لیتا ہے۔ ایسے شب بیدار، اطاعت گذار، بندوں کے لیے بشارت دی گئی کہ جس نے ایمان اور اخلاص کے ساتھ راتوں میں قیام کیا، اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ » (صحیح بخاری:2009؛ صحیح مسلم:759)

اسی شب بیداری، ذکر واذکار، توبہ وانابت کے ذریعہ ہی لیلۃ القدر کی تلاش کا بھی حکم دیا گیا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔

«تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنْ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ» (صحیح بخاری:2017؛ صحیح مسلم:1169)

یہ عظمتوں والی رات جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں ملائکہ اور جبریل امین نازل ہوتے ہیں۔

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾(سورۃ القدر:1)

اسی رات کی تلاش میں رسول اللہ ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے، اپنی دیگر مصروفیات ترک کر کے مکمل یکسوئی کے ساتھ مسجد میں قیام فرماتے، ظاہر ہے آپ ﷺ کا کوئی کام دینی دائرہ سے خارج نہیں تھا، نہ ہی آپ کے مشاغل دنیاداری کے لیے تھے لیکن خود کو دس روز کے لیے مسجد میں محصور کر لینا یہ بتارہا ہے کہ مکمل یکسوئی کے ساتھ شب وروز عبادت میں گذارنا خصوصاً انفرادی عبادت میں جس کی بڑی اہمیت ہے، ضرورت اور حالات کے مطابق اعمال صالحہ ترجیحی بنیادوں پر انجام دیے جانے چاہیے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ (صحیح بخاری:2025؛ صحیح مسلم:1171)

یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے، اسی ماہ مبارک میں رحمت اللعالمین ﷺ سید الملائکہ جبریل امین کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے، کتنی بابرکت مجلس ہوگی جس میں سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ اور سید الملائکہ کے درمیان دورہ قرآن ہو رہا ہو۔ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

«خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» (صحیح بخاری:5027)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ 0 لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾(سورۃ فاطر:29-30)

اس ہدایت نامہ ربانی کو سمجھنے اور عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ گائیڈ بک ہے صراط مستقیم کا روڈ میپ ہے۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ (سورۃ البقرۃ:185)

یہ دنیا میں عزت وسرفراز کا ذریعہ ہے، جو اس کی قدر کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطا فرمائے گا ورنہ رسوا کرے دیے جائیں گے:

« إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ» (صحیح مسلم:817)

اور یہی وہ کتاب ہے جو اپنی قدر کرنے والوں کی آخرت میں شفاعت کرے گی۔

« اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ » (صحیح مسلم:804)

اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد پر بھی ابھارا گیا، صلاۃ کے ساتھ عموماً انفاق کا ذکر کیا گیا۔ سورۃ البقرہ کے شروع ہی میں اہل ایمان کی نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾(سورۃ البقرۃ:3)

اور پھر متعدد بار اس کو دہرایا گیا۔

حصول درجات کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کو ضروری قرار دیا گیا:

﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (سورۃ آل عمران:92)

رسول اللہ ﷺ کے مزاج میں سخاوت رچی بسی تھی، لیکن رمضان میں انفاق کا یہ عالم گویا ہوا کے تیز جھونکے چل رہے ہوں۔

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ » (صحیح بخاری:1902)

انفاق کے تین بڑی قسمیں ہیں:

عام صدقات، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، عام صدقہ وخیرات کی بہت ترغیب دی گئی۔ اس کی کوئی حد اور قید نہیں، کتنا اور کب دیا جائے، اس کی بھی پابندی نہیں۔ یومیہ، ہفت روزہ، ماہانہ یا سالانہ، اسے ہم پر چھوڑ دیا گیا۔ یہاں تک فرمایا گیا کہ ایک کھجور کے ذریعہ بھی تم جہنم کی آگ سے بچ سکتے ہو۔ یہاں مقدار سے زیادہ اہمیت اخلاص کی ہے:

«اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ» (صحیح بخاری:1417؛ صحیح مسلم:1016)

زکوٰۃ: یہ صاحب استطاعت پر فرض، بنیادی ارکان اسلام میں شامل ہے۔ مقدار کی حد اور شرائط اور خرچ کی مدیں 'مصارف' مقرر ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ جمع شدہ مال پر ڈھائی فیصد دینی ہوگی۔ لیکن اگر رمضان سے رمضان کا حساب کر لیا جائے تو حرج

نہیں۔ اس لیے کہ رمضان میں طبیعت حصول اجر کی طرف زیادہ مائل رہتی ہے۔ یوں اپنے مال کا حساب کر کے زکوٰۃ دینے میں آسانی ہو سکتی ہے، ورنہ عام دنوں میں خرچ کرتے ہوئے نفس پر گرانی محسوس ہو گی اگرچیکہ دولت دی ہوئی اللہ کی ہے، اسی کے حکم پر خرچ کی جاتی ہے تاہم انسان میں حرص خصوصاً مال کے مسئلہ میں زیادہ پائی جاتی ہے حالانکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والوں کے لیے عذاب کی سخت وعید ہے کہ اسی دولت کے ذریعہ ان کے جسموں کو داغا جائے گا پھر بھی انسان سستی کرجاتا ہے۔

﴿يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (سورۃالتوبہ:35)

زکوٰۃ کی رقم کہاں خرچ کی جائے یہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا، سورۃ توبہ آیت 60 میں۔ زکوٰۃ خرچ کرنے کا اختیار تو اللہ تعالیٰ نے نبی کو بھی نہیں دیا، اس کے مصارف کی تفصیل خود ہی بتا دے، اس کی آٹھ مدیں ہیں۔

لیکن دیکھا جاتا ہے کہ مصارف زکوٰۃ میں سخت کوتاہیاں ہوتی ہیں کہ کہاں خرچ کی جائے اور کیسے!

ایک کوتاہی ان لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے جو زکوٰۃ جمع کرتے ہیں، انفرادی سطح پر یا اجتماعی چیریٹی اور خیراتی اداروں کی طرف سے، یہاں یہ کہاوت صادق آتی ہے کہ

"مال مفت را دل بے رحم" حالانکہ آیت مذکورہ میں اتنی باریکی سے ان مدوں کا ذکر کیا گیا کہ فقیر اور مسکین کو الگ الگ حیثیت دی گئی جبکہ دونوں میں ایک حد تک مماثلت اور قربت پائی جاتی ہے، یعنی زکوٰۃ کی رقم کوئی اپنی صوابدید پر خرچ نہیں کر سکتا بلکہ مذکورہ آٹھ مدوں ہی میں خرچ کی جاسکتی ہے۔ ایک اور مد جس میں بے اعتدالی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے وہ ہے 'العاملین' ایسے لوگ جو مال زکوٰۃ جمع کرنے اس کی آمد وخرچ پر مامور ہوتے ہیں، ان کی تنخواہ زکوٰۃ سے ادا کی جاسکتی ہے لیکن یہ ادائیگی کتنی ہو یہ خود ہم پر چھوڑ دیا گیا۔ مگر یہاں بے اعتدالی عام ہے حتی کہ بعض عاملین کی تنخواہیں یا کمیشن اور اخراجات کی مد میں مجموعی رقم کا ستر سے اسی فیصد تک وصول کیا جاتا ہے یوں اگر کوئی 100 پاؤنڈ زکوٰۃ جمع کروائے تو 20 سے 30 پاؤنڈ ہی مستحق تک پہنچ پائیں گے۔ باقی اخراجات اور کمیشن کی مد میں!

یہ نہایت بے انصافی ہے ہاں یہاں ایک دوسری بھی حقیقت ہے کہ کچھ لوگ صد فی صد مستحقین تک پہنچاتے ہیں، وہ اپنا سفر خرچ تک وصول نہیں کرتے، فجزاہم اللہ خیرا

لیکن ایسے سعادت مند متقیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ایک اور مد جس میں عموماً بے احتیاطی ہوتی ہے وہ ہے 'فی سبیل اللہ' مصارف زکوٰۃ کی یہ ساتویں مد ہے، اس کے مفہوم میں افراط و تفریط پایا جاتا ہے، کچھ علماء کی رائے ہے کہ اس سے مراد وہ مجاہدین ہیں جو قتال میں حصہ لے رہے ہوں اور وہ تقریباً مسکین ہوں، تب زکوٰۃ کے مستحق ہوں گے، یا زیادہ سے زیادہ اس حاجی مد کی مدد کی جاسکتی ہے جو دوران سفر زادِ سفر سے محروم ہو گیا ہو کیونکہ ایک حدیث میں حج کو بھی فی سبیل اللہ کہا گیا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ ہر دینی کام میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے وہ سب فی سبیل اللہ کے مصداق سمجھے جائیں گے۔ یہ رائے زیادہ جچتی نہیں، ورنہ آٹھ مدوں کے تذکرہ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، صرف ایک ہی مد میں سبھوں کا احاطہ ممکن تھا۔ لیکن مذکورہ آیت میں ایسے نہیں کیا گیا۔ کچھ علماء درمیانی رائے رکھتے ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر مصروف ہیں جیسے دعوتی امور۔

اس میں بھی زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے کیونکہ قتال میں حصہ لینے کا بنیادی مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور اس کی مختلف شکلیں ضرورت اور حالات کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ یعنی مقصد سامنے رکھتے ہوئے اس دائرہ کو ضروری حد تک وسعت دی گئی اور یہی رائے زیادہ متوازن دکھائی دیتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کیا کسی کا تعاون کرنے یا کارِ خیر میں حصہ لینے کے لیے صرف زکوٰۃ ہی ایک ذریعہ ہے کہ ہر بھلا کام اس سے نمٹایا جائے، نہیں اس کے لیے عام صدقہ وخیرات کی ترغیب دی گئی ہے، لہٰذا اموال زکوٰۃ میں بے جا تصرف کی گنجائش نہیں۔

صدۃ الفطر: اختتام رمضان نماز عید سے قبل ہر مسلمان پر فطرانہ کی ادائیگی ضروری ہے، ایک صاع اناج (یعنی پونے تین کلو تقریباً) یہ گھر کے ہر بچہ، بڑا مرد اور عورت پر فرض ہے، جس کی ادائیگی نماز عید سے پہلے ہونی چاہیے۔

فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنْ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ (صحیح بخاری:1503)

فطرانہ کی ادائیگی کا پہلا فائدہ خود روزہ دار کو ہو گا، یہ صدقہ دوران روزہ سرزد ہونے والی لغزشوں اور کوتاہیوں کی تلافی کا ذریعہ بنے گا اور دوسرا فائدہ غریبوں کے لیے روزہ عید شکم سیری کے ساتھ خوشی میں شامل ہونے کا سبب۔

فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنْ اللَّغْوِ

وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنْ الصَّدَقَاتِ(سنن ابو داؤد:1909)

چونکہ فطرہ میں اناج کی ادائیگی مسنون ہے اور برطانیہ میں رہنے والوں کے لیے بسا اوقات یہ مشکل پیش آتی ہے کہ یہاں ایسے غریبوں کو جو اناج کے حقیقی محتاج ہوں، تلاش کیا جائے، اس کا آسان اور عملی حل یہ ہے کہ یہاں سے فطرانہ کی رقم جمع کرکے پس ماندہ علاقوں کو بھیج دی جائے، اس شرط کے ساتھ کہ وہاں کوئی شخص اس رقم سے اناج خرید کر غریبوں تک بروقت پہنچا دے، یوں فطرانہ کی ادائیگی میں دینے اور پہنچانے والوں کے لیے سہولت ہو گی۔ اس مسئلہ میں بھی کچھ لوگ یہ بحث کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اناج کے بجائے اگر غریب کو نقد رقم دے دی جائے تو وہ اپنی ضرورت کے مطابق اشیاء خرید سکے گا۔ بظاہر یہ بات مناسب لگتی ہے لیکن یہاں بھی یہ نکتہ ذہنوں سے اوجھل ہو رہا ہے کہ غریب کی مدد کے لیے کیا صرف فطرانہ ہی ہے کہ اس تدبیر کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔ نہیں، اس کی دیگر ضروریات کے لیے اگر وہ مستحق ہو تو عام صدقہ اور زکوٰۃ کا نظم بھی ہے، دیگر ضروریات وہاں سے حل ہو سکتی ہیں، لہٰذا فطرہ مسنون طریقہ کے مطابق بشکل اناج ہی ادا کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ مسنون طریقے سے رمضان گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

استقبالِ رمضان

مسلمانو! اٹھو اب ماہِ رمضان آنے والا ہے
کرو رمضاں کا استقبال تم بے حد مسرت سے
کرو تم ذہن و دل کو پاک پاکیزہ مہینہ ہے
ہر ایک لمحہ غنیمت ہے خزانہ جمع کر لیجیے
مسلمانو! کرو رمضان کی روحانی تیاری
مہینہ ہے یہ قرآں کا تلاوت کیجیے قرآں کی
ہے مُہر احتساب اس میں کریں ہم احتساب اپنا
اسی میں ہم زکوٰۃ وصدقہ وعطیات دیتے ہیں
سحر افطار کرتے ہیں مساکین اور فقراء بھی
بہت خوش ہو کے بچے ہمارے روزے رکھتے ہیں
قیامِ لیل سے سب مسجدیں بُقعہ سی لگتی ہیں
خدا شاہد ہے بڑھ جاتی ہیں اس میں رونقیں بے حد
سبھی بچتے ہیں کھانے پینے سے اور خواہشوں سے بھی
بہ کثرت توبہ استغفار کرتے ہیں گناہوں سے
یقیناً ہے مہینہ برکت ومغفران کا لوگو!
رکھتا ہے آخری عشرہ بھی اس کا اجر بے پایاں
دعاؤں کا مہینہ ہے کرو اس میں دعائیں تم
برائے امتِ مرحوم بھی اس میں دعا کیجیے
خوشی میں ماہِ رمضاں کی ہے شامل بندۂ ثاقب

کرو تیاریاں روزوں کی شعباں جانے والا ہے
کرو روزوں کا استقبال تم سچی محبت سے
منور کر لو ظاہر اور باطن گر قرینہ ہے
مہینہ صبر کا ہے غصہ قلعہ قمع کر لیجیے
بہ الفاظ دگر جسمانی ونورانی تیاری
مہینہ ہے یہ تقوے کا یہ ہے پہچان رمضاں کی
نجاتِ اُخروی کے واسطے کر لیں حساب اپنا
جو دیتے ہیں کسی کو واسطے حسنات دیتے ہیں
ہے منظر روح پرور کیا کبھی لوگوں نے سوچا بھی
ہر اک سے آگے بڑھنے کی مسلسل سعی کرتے ہیں
بہ وقتِ فطر واللہ نور کا ہالہ سی لگتی ہیں
کہ ہو جاتی ہیں ہر مؤمن کے دل میں عظمتیں بے حد
برائی کے ہر اک پہلو سے بدتر عادتوں سے بھی
دلوں میں نور رہتا ہے دعاؤں اور آہوں سے
شیاطین لعیں کے واسطے زندان کا لوگو!
شب قدر اس میں ہے جس پر ہزاروں ماہ ہیں قرباں
برائے مغفرت کرتے رہو ہر وقت آہیں تم
بڑی پابندی سے یہ کام بھی صبح ومساء کیجیے
کرم ہے تیرا بے پایاں میری تقدیر کے کاتب!

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امت پر علماء اور ائمہ کرام کا ادب و احترام واجب ہے، اس لیے کہ علماء انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث، دین کے محافظ، اسلام کے مبلغ اور علم وحکمت کے سرچشمے ہیں، اسی وجہ سے دین میں ان کا ایک خاص مقام اور عزت وتوقیر ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ ان کے فضائل ومناقب سے بھرے پڑے ہیں۔

1۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (سورۃ آل عمران:18)

”اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور اہل علم گواہی دیتے ہیں، وہ اپنے احکام میں عدل پر قائم ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو عزت والا اور حکمت والا ہے۔“

2۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

”اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ کیا جانے والے اور نہ جانے والے برابر ہوسکتے ہیں؟ بے شک عقل والے کی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔“ (سورۃ الزمر:9)

3۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں علمائے کرام کے بڑے فضائل بیان کیے ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ روئے زمین پر بسنے والوں میں ہی وہ طبقہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر خیر کا ارادہ فرماتا ہے، جیسا کہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

«مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»

”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔“ (صحیح بخاری:71)

4۔ اور ایک روایت میں علماء کرام کو امت کے بہترین لوگوں میں شمار کیا گیا ہے، فرمان نبوی ﷺ ہے:

«خيرُكم من تعلَّمَ القرآنَ وعلَّمَه»

”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔“ (سنن ابوداؤد:1452)

5۔ انہیں انبیائے کرام علیہم السلام کا وارث قرار دیا گیا ہے:

«إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ» (سنن ابوداؤد:3641)

”علماء انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، اور انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی میراث میں دینار و درہم نہیں چھوڑے، بلکہ علم کی میراث چھوڑی، جس نے علم حاصل کیا تو اس نے میراث نبوت سے وافر مقدار میں اپنا حصہ حاصل کرلیا۔“

6۔ علماء کرام کے حق میں آسمان اور زمین کی ساری مخلوق مغفرت طلب کرتی ہے، فرمان نبوی ہے:

« وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ، وَمَنْ فِي الْأَرْضِ، وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ»

”عالم کے حق میں آسمان وزمین کی ساری مخلوقات طلب مغفرت کرتی ہیں، یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی تمام تاروں پر۔“ (سنن ابوداؤد:3641)

7۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے حق میں خصوصی دعا مانگی ہے، ارشاد ہے:

« نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ» (جامع ترمذی:2658)

”اللہ تعالیٰ اس شخص کو آباد وشاداب رکھے، جس نے میری بات سنی پھر اس کو یاد رکھا پھر جیسے سنا تھا اس کو ایسے ہی پہنچایا، بہت سے ایسے لوگ جنہیں علم پہنچایا جارہا ہے، سننے والے سے زیادہ بیدار مغز ہوتے ہیں، اور بہت سے ایسے اشخاص جن تک فقہ کی باتیں پہنچائی جارہی ہیں وہ پہنچانے والے سے زیادہ فقیہ اور سمجھ دار ہوتے ہیں۔“

8۔ اہل علم کا ختم ہوجانا قیامت کی علامت ہے:

«إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ العِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا» (صحیح بخاری:100)

”اللہ تعالیٰ بندوں سے یکایک علم نہیں اٹھالیتا، بلکہ علماء کو وفات دے کر علم قبض کرلیتا ہے، جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو پھر حال یہ ہوجائے گا کہ لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، اور ان سے دین کے متعلق پوچھا جائے گا، تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے پھر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

کیا علماء اور ائمہ کرام معصوم ہیں؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علماء اور ائمہ کرام رحمہم اللہ، اپنے سارے فضائل ومناقب کے باوجود کیا معصوم عن الخطأ والنسیان ہیں؟ ان سے خطا ولغزش اور کوتاہی کا امکان ہے یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ وہ اپنے تمام فضائل ومناقب کے باوجود امتی ہیں، نبی اور پیغمبر نہیں، صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی معصوم عن الخطا ہیں، ان کے علاوہ امت کے سارے طبقے، چاہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں، یا تابعین وتبع تابعین، ائمہ دین محدثین، مفسرین، علماء وفقہاء، زہاد وصلحاء، غرضیکہ تمام سے خطا ولغزش کا نہ صرف امکان ہے بلکہ یہ امر واقع بھی ہے، لیکن علماء وائمہ کرام سے اپنے اجتہاد میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو تب بھی اللہ تعالیٰ انہیں ثواب سے محروم نہیں کرے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

« إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ» (جامع ترمذی:1326)

"جب حاکم (علماء وائمہ کرام بھی اس میں شامل ہیں) کسی معاملے میں اجتہاد کرتا ہے اور مسئلہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اس کے لیے دوہرا (اجتہاد اور صحت کا) ثواب ہے، اور اگر کسی معاملے میں اجتہاد کرتا ہے اور صحیح مسئلہ تک رسائی حاصل کرنے میں غلطی کر بیٹھتا ہے تو اس کے لیے ایک (اجتہاد کرنے کا) ثواب ہے۔"

لیکن اگر ان کا کوئی قول دلیل (کتاب اللہ اور صحیح حدیث) کے خلاف ہو تو اس معاملے میں ہمارا مسلک یہ ہونا چاہیے کے کوئی بھی عالم ربانی جان بوجھ کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہرگز ہرگز فتوی نہیں دے سکتا، ضرور انہیں وہ حدیث نہیں ملی ہوگی، جس کی وجہ سے وہ صحیح مسئلہ تک نہیں پہنچ سکے، لیکن وہ اجر سے محروم نہیں ہوں گے۔ اس طرح کے مسائل میں ہر مسلمان پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ انہیں معذور وماجور سمجھتے ہوئے ان کے اقوال کو چھوڑ کر کتاب وسنت کی طرف رجوع کرے، جیسا کہ فرمان باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (سورۃ النساء:59)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہوں، اگر تم آپس میں کسی معاملے میں اختلاف کر لو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔"

اور اسی بات کی وصیت چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ نے کی ہے۔

☆امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا صح الحديث فهو مذهبي"

"جب کوئی صحیح حدیث مل جائے تو سمجھ لینا کہ وہی میرا مسلک ہے۔"

☆امام مالک رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

"كل يؤخذ ويرد إلا صاحب هذا القبر، وأشار إلى قبر الرسول ﷺ."

"ہر شخص کی بات لی یا چھوڑی جا سکتی ہے، سوائے اس صاحب قبر کی بات کے، پھر آپ نے رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کیا۔"

☆امام شافعی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

"إذا خالف قولي بقول رسول الله ﷺ ردوه على الجدار"

"میری بات رسول اللہ ﷺ کی بات کے خلاف ہو تو اسے دیوار پر دے مارو۔"

☆امام اہل السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

"لا تقلدوني ولا تقلدوا مالكا ولا شافعيا ولا أوزاعيا وخذوا الدين من حيث أخذوا"

"میری تقلید نہ کرو اور نہ ہی امام مالک کی، نہ امام شافعی، اور نہ اوزاعی کی، اور دین کو انہوں نے جہاں سے لیا ہے وہیں سے تم بھی لو۔"

☆امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف موقعوں پر رسول کریم ﷺ کے پاس آیا کرتے اور آپ ﷺ سے دین کی ضروری باتیں سیکھ کر چلے جاتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ ایسے ہیں جو زندگی میں آپ ﷺ سے صرف ایک بار ملے اور پھر کبھی ملاقات نہیں کر سکے۔ پھر وہ جہاں گئے، جتنا علم انہوں نے سیکھا تھا اس کو پھیلایا، جس کی وجہ سے دورِ صحابہ اور تابعین میں فقہ ابو بکر، فقہ عمر، فقہ عثمان، فقہ علی، فقہ عبداللہ بن عباس اور فقہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو بڑا رواج ملا، پھر ان کے بعد فقہ ابراہیم نخعی، فقہ سعید بن مسیب، فقہ عکرمہ، اور فقہ سعید بن جبیر رحمہم اللہ نے ایک خاص مقام بنالیا، لیکن اس کے باوجود ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ شریعت کا سارا علم کسی ایک صحابی میں جمع ہو گیا۔

جب کسی ایک صحابی میں دین کا سارا علم جمع نہیں ہو سکتا تو پھر کیسے یہ ممکن ہے کہ کسی ایک امام کی فقہ میں سارا دین اور ساری شریعت جمع ہو جائے، اس کائنات میں صرف اور صرف ایک ہی ہستی ہے جن کی ذات شریفہ میں سارا علم، سارا دین اور ساری شریعت جمع تھی اور وہ رسول اکرم ﷺ کی ذات ہے، جن کی اتباع اور اطاعت ہر مسلمان پر فرض

ہے۔ علماء اور ائمہ کرام کی اطاعت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت پر موقوف و منحصر ہے، اگر ان کا قول آپ ﷺ کے قول کے مطابق ہے تو سر آنکھوں پر، ورنہ انہیں معذور سمجھ کر چھوڑ دیا جائے گا۔
اور اسی پر ائمہ کرام رحمہم اللہ نے اپنی حیات مبارکہ میں عمل کیا۔

☆ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو عظیم شاگردوں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے (جن کی فقہ پر ہی فقہ حنفی کا اکثر و بیشتر دارومدار ہے) اپنے استاد محترم سے دو ثلث یعنی 66 فیصد مسائل میں اختلاف فرمایا۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے باوجود سینکڑوں مسائل میں ان سے الگ رائے رکھتے تھے۔

☆ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ امیر المومنین فی الحدیث سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے باوجود معنعن روایتوں کے متعلق ان کا اپنا ایک نظریہ تھا جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف تھا۔

علماء اور ائمہ کرام کا احترام امت پر واجب ہے:

علماء اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے باہمی اختلاف، اور ان کے فتاوی میں خطا ونسیان کے امکان کے باوجود امت پر علماء اور ائمہ کرام کا احترام واجب شرعی ہے، ہم ان کا احترام کیوں نہ کریں جب کہ انہی کے واسطے سے ہمیں دین ملا، امت تک ایمان و اسلام کو پہنچانے کا ذریعہ بنے اور ان کے علم عمل سے امت فائدہ اٹھاتی چلی آرہی ہے اور قیامت تک اٹھاتی رہے گی، پیغمبر اسلام نے تو ہمیں سن رسیدہ بزرگوں کا بھی احترام کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:
«مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا» (سنن أبوداؤد:4943)
"وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا، اور بڑوں کا احترام نہیں کیا۔"
«إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ» (سنن أبوداؤد:4843)
"سفید ریش مسلمان، حامل قرآن (یعنی ایسا صاحب علم جو اس میں غلو یا خلو کا شکار نہ ہو) اور انصاف پسند بادشاہ کا احترام بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم اور اس کی بزرگی وبرتری میں داخل ہے۔"

اہل علم ہمیشہ ایک دوسرے کا احترام کرتے رہے ہیں:

1۔ اسلاف کرام ہمیشہ علماء اور ائمہ کرام کا بے حد ادب و احترام کرتے رہے ہیں، حبر الامت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی جلالت شان کے باوجو سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی سواری کی رکاب تھامے ہوئے چلتے اور فرماتے:
"هكذا أمرنا أن نفعل بعلمائنا"
"ہمیں اسی طرح اپنے علماء کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس کے جواب میں سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ کو چوم کر فرماتے:
"هكذا نفعل بابن عم رسولنا."
"کہ ہم اپنے رسول اکرم ﷺ کے چچیرے بھائی کی توقیر اسی طرح کرتے ہیں۔"

2۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ خلف الاحمر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتے اور فرماتے:
"لا أقعد إلا بين يديك، أمرنا أن نتواضع لمن نتعلم منه."
"میں اس طرح دو زانو ہو کر آپ کے ہی سامنے بیٹھوں گا، کیونکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ جن سے ہم نے علم حاصل کیا ان سے انکساری سے پیش آئیں۔"
(تربیۃ الاولاد فی الاسلام شیخ عبد اللہ ناصح علوان:401)

3۔ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم تھے، جب آپ نیشا پور پہنچے تو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امراء ورؤساء اور علمائے شہر کے ساتھ باہر نکل کر آپ کا پرتپاک والہانہ استقبال کیا اور فرط عقیدت سے فرمایا:
"دعني أقبل رجلك."
"اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں آپ کے قدم چوم لوں۔" (اختلاف کے باوجود: از علامہ شبلی نعمانی، مطبوعہ: الجمعیت دہلی فائل 14 مئی 1972ء)

4۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پرانی کتاب کے پرانے صفحے آہستگی سے الٹتا تھا، اس ڈر سے کہ اس کی آواز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نہ سن لیں۔"

5۔ امام ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"اللہ کی قسم! مجھ پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہیبت کا عالم یہ تھا کہ ان کی موجودگی میں، میں پانی پینے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا۔"

6۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عبد اللہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"آپ کے والد میرے ان محسنین میں سے ہیں، ہر دن نماز تہجد میں جن کا نام لے کر میں دعا کرتا ہوں۔"

علماء اور ائمہ کرام کی گستاخی کے بھیانک نتائج:

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"العم يا أخي! إن لحوم العلماء مسمومة، وعادة الله في هتك منتقصيهم معلومة، وإن من أطلق لسانه في العلماء بالثلب بلاه الله قبل موته بموت القلب."
"اے میرے بھائی! یہ بات اچھی طرح جان لو کہ علماء کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا دستور

سبھی جانتے ہیں، جو شخص اپنی زبان سے علمائے کرام کو تکلیف پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے اس کے دل کو مردہ کر دیتے ہیں۔"

1۔ ایک خراسانی نوجوان دمشق کی جامع مسجد میں مصراۃ (وہ جانور جسے دیکھنے سے پہلے دو چار دن تک اس کا دودھ نہ دوھا جائے، تاکہ خریدار اسے زیادہ دودھ دینے والا جانور سمجھ کر خرید لے) کے لیے دلیل طلب کرنے آیا، جب اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سنائی گئی تو کہنے لگا کہ مجھے ابو ہریرہ کی حدیث نہ سناؤ، میں انہیں فقیہ نہیں مانتا، اتنے میں مسجد کی چھت سے ایک اژدھا گرا اور اس نوجوان کو دوڑانے لگا، لوگوں نے اس سے کہا: یہ سانپ نہیں، اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، فوراً توبہ کرلے، جب اس نے توبہ کی تو وہ سانپ بھی غائب ہو گیا۔

2۔ عبد العزیز مکی کہتے ہیں:

"میں احمد بن ابی داؤد (فتنہ خلق قرآن کے بانی) کے پاس گیا، وہ بستر پر بے حس و حرکت پڑا تھا، میں نے اس سے کہا: میں تیری عبادت کے لیے نہیں بلکہ تجھے دیکھ کر اللہ کا شکر کرنے کے لیے آیا ہوں کہ اس نے تجھے کس طرح سے تیرے اپنے ہی جسم کے اندر قید کر دیا ہے۔" (مناقب احمد بن حنبل)

3۔ ابو بکر شہر وزی کہتے ہیں:

"میں نے ابو ذر کو شہر زور میں دیکھا کہ برص کی وجہ سے اس کا سارا جسم سفید ہو گیا تھا اور اس بیماری کی وجہ سے لوگوں سے کٹا ہوا تھا۔"

یہ وہ شخص تھا جس نے معتصم کے حکم پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر کوڑے برسائے تھے۔

4۔ عمران بن موسیٰ کہتے ہیں:

"میں ابو العروق کے پاس گیا، یہ وہ شخص تھا جس نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے مارے تھے، میں نے دیکھا کہ وہ 45 دن تک کتے کی طرح بھوکتے بھونکتے مر گیا۔" (ابن عساکر)

یہ تو ان لوگوں کا انجام رہا جو ائمہ کرام پر ظلم و ستم میں شریک رہے بلکہ وہ لوگ بھی عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکے جنہوں نے علماء اور ان کی شان میں گستاخی کی یا ان کی مصائب و محن پر خوش ہوئے۔

5۔ محمد بن علی طوسی کہتے ہیں:

"خالد بن خداش نے میرے والد کو ایک خط کے ذریعہ اس دن کے واقعے کی خبر دی جس دن کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو درے مارے گئے، یہ خبر سن کر ایک شخص نماز شکرانہ ادا کرنے کے لیے مسجد میں گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے سینے تک زمین میں دھنسا دیا، اس کی چیخ و پکار پر لوگ جمع ہوئے اور اسے کھینچ کر باہر نکالا۔" (ابن عساکر)

6۔ محمد بن فضیل کہتے ہیں:

"ایک مرتبہ میری زبان سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں نازیبا الفاظ نکل گئے۔ اس کے ساتھ ہی میری زبان میں ایسا سخت درد شروع ہوا کہ چین و قرار ہی نہ آیا، اسی دوران میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا تھا کہ تمہاری زبان میں یہ درد اس لیے ہے کہ تم نے اپنی زبان سے ایک نیک آدمی کے شان میں گستاخی کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں بیدار ہوا اور اللہ کی جناب میں توبہ کرتا رہا یہاں تک کہ درد ختم ہو گیا۔" (مناقب احمد بن حنبل)

اب ایک آخری گزارش ان نوجوانوں سے بھی ہے جنھوں نے جدید ذرائع ابلاغ، مثلاً ٹی وی، کیبل چینلس، انٹرنیٹ، گوگل، فیس بک، ٹویٹر اور واٹس اپ وغیرہ کو اپنے اساتذہ اور شیوخ بنائے ہوئے اور ان ذرائع سے حاصل ہونے والے علم کو علم کی معراج سمجھے ہوئے ہیں، اور اس کی وجہ سے وہ علمائے کرام کے گستاخ اور ان کی شان میں بد تمیزیاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ وہ علمائے کرام بالخصوص عمر دراز شیوخ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کریں، ان سے دروس کے ذریعہ علم حاصل کریں، ان کی خدمت کریں اور ان کا احترام پیش نظر رکھیں اور اپنے طور پر فتوے صادر کرنے سے کلی طور پر پرہیز کریں۔ اس لیے کہ علم علمائے کرام سے ملتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لا يزال الناس بخير ما أتاهم العلم من علماء هم وكبرائهم وذوي أسنانهم، فإذا أتاهم العلم عن صغارهم وسفهاء هم فقد هلكوا." (رواه الطبراني في الكبير والأوسط، وأبونعيم في حلية الأولياء)

"لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک کہ علم، ان کے پاس، ان کے علماء، اکابرین اور عمر دراز بزرگوں سے آتا رہے لیکن جب یہ انہیں نَو عمر لوگوں سے اور نادانوں سے آنا شروع ہو جائے تو وہ پھر برباد ہو جائیں گے۔"

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو ائمہ اور علمائے کرام کا حقیقی احترام کرنے کی توفیق عطا کرے اور ان کی شان میں غلو یا گستاخی سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

☆☆☆

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

"اے اللہ! تو نے مجھے اسلام کی دولت سے نوازا حالانکہ میں نے اس کو مانگا بھی نہیں تھا۔ اے اللہ! مجھے جنت الفردوس عطا کرنا، جب کہ اب میں تجھ سے مانگ بھی رہا ہوں"

☆☆☆

آکشن کا ایک معاملہ

سوال: عدالت کے فیصلے کے نتیجے میں جب کسی گھر کو آکشن کے ذریعہ فروخت کیا جاتا ہے تو بعض متمول لوگوں کی طرف سے اسے کم قیمت پر حاصل کرنے کے لیے ایک مخفی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ آکشن میں شرکت کے لیے آتا ہے لیکن خفیہ طریقے سے کئی دوسرے ایسے لوگوں کو جو اس گھر کی خرید میں دلچسپی رکھتے ہیں، کچھ دے دلا کر بولی لگانے سے روک دیتے ہیں تاکہ گھر کی قیمت میں اضافہ نہ ہو سکے اور اس طرح وہ اس گھر کو اس کی اصلی قیمت سے کم میں خریدنے پر قادر ہو جاتا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: اصل تو یہی ہے کہ آکشن کی بیع جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس عمومی قول کے اندر آجاتی ہے:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾(البقرۃ:275)

"اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام۔"

احادیث سے صراحۃً اس کا جواز ثابت ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک اونٹ کی کمر پر رکھنے والا پالان اور ایک پیالہ فروخت کرنے کے لیے لوگوں سے کہا: کون ہے جو یہ پالان اور پیالہ خریدنا چاہتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا: میں اسے ایک درہم میں خریدتا ہوں، نبی ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دینا چاہتا ہے؟ تو ایک شخص نے اس کے دو درہم لگائے تو نبی ﷺ نے اسے اس کے ہاتھ بیچ دیا۔ (احمد، سنن اربعہ)

اس بیع کے جواز کی شرط یہ ہے کہ وہ چیز جو فروخت کی جا رہی ہے حلال ہو اور بولی لگانے والا اسے خریدنے کی نیت رکھتا ہو، صرف اس لیے نہ شریک ہو رہا کہ قیمت میں اضافہ ہوتا رہے، اسے 'نجش' کہا جاتا ہے جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے:

«لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا» (صحیح مسلم)

"آپس میں حسد نہ کرو اور نہ ہی (قیمت بڑھانے کی نیت) سے بولی لگاؤ۔"

اور اس میں یہ صورت بھی آجاتی ہے کہ ایک شخص کے مفاد کے لیے کوئی دوسرا بولی نہ لگائے تو یہ ناحق مال کو حاصل کرنے کی ایک قسم ہوگی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جب عدالتی فیصلے کے نتیجے میں ایک شخص کی املاک کو مجوز (روک دیا جانا) کر دیا جاتا ہے اور پھر انہیں قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے کی نیت سے آکشن میں لایا جاتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بولی کے دوسرے یا تیسرے راؤنڈ میں اس گھر پر لگی ہوئی بولی اس کی اصل قیمت سے کافی نیچے گر جاتی ہے اور جس طرح یہ جائز نہیں کہ ایک شخص آکشن میں صرف قیمت بڑھانے کے لیے شریک ہو، اس طرح یہ بھی جائز نہیں کہ ایک شخص گھر کو کم قیمت پر حاصل کرنے کے لیے دوسرے خریداروں کو کچھ دے دلا کر انہیں بولی لگانے سے روک دے، اس میں اس شخص کا بہت بڑا نقصان ہوگا جو اپنا گھر اس لیے بیچنے پر مجبور ہے کہ وہ قرض خواہوں کا قرض ادا کر سکے، اور خود قرض خواہوں کا بھی نقصان ہے کہ جو اپنا پورا حق حاصل نہ کر پائیں گے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«لا ضَرَرَ ولا ضِرَارَ» (سنن ابن ماجہ، الحاکم، البیہقی)

"نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ کوئی تمہیں نقصان پہنچائے۔"

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ کسی شخص کے لیے مذکورہ راستہ اختیار کرنا جائز ہے کہ جس سے وہ دوسروں لوگوں کو آکشن میں شمولیت سے روک دے اور خود اس کے لیے بھی اس طریقے سے کسی مال کو حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم (فتویٰ کونسل یورپ)

اور اس میں یہ صورت بھی آجاتی ہے کہ ایک شخص کے مفاد کے لیے کوئی دوسرا بولی نہ لگائے تو یہ ناحق مال کو حاصل کرنے کی ایک قسم ہوگی۔
اور دوسری بات یہ ہے کہ جب عدالتی فیصلے کے نتیجے میں ایک شخص کی املاک کو مجوز (روک دیا جانا) کر دیا جاتا ہے اور پھر انہیں قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے کی نیت سے آکشن میں لایا جاتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بولی کے دوسرے یا تیسرے راؤنڈ میں اس گھر پر لگی ہوئی بولی اس کی اصل قیمت سے کافی نیچے گر جاتی ہے اور جس طرح یہ جائز نہیں کہ ایک شخص آکشن میں صرف قیمت بڑھانے کے لیے شریک ہو، اس طرح یہ بھی جائز نہیں کہ ایک شخص گھر کو کم قیمت پر حاصل کرنے کے لیے دوسرے خریداروں کو کچھ دے دلا کر انہیں بولی لگانے سے روک دے، اس میں اس شخص کا بہت بڑا نقصان ہوگا جو اپنا گھر اس لیے بیچنے پر مجبور ہے کہ وہ قرض خواہوں کا قرض ادا کر سکے، اور خود قرض خواہوں کا بھی نقصان ہے کہ جو اپنا پورا حق حاصل نہ کر پائیں گے۔

گاڑیوں کو اقساط پر خریدنا

سوال: گاڑی (موٹر کار) کو خریدنے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ سودا تو کمپنی کے ساتھ کیا جائے، مثال کے طور پر گاڑی کی قیمت تیرہ ہزار یورو ہے، لیکن کمپنی کے توسط سے ایک بنک کمپنی کو تیرہ ہزار یورو کی رقم ادا کر دے، لیکن بنک اس کی قیمت سولہ ہزار لگائے جو پانچ سال کے عرصہ میں ماہانہ اقساط کی شکل میں قابل ادائیگی ہو گا تو کیا ایسا کرنا جائز ہو گا؟

جواب: یہاں واضح طور پر خریدار اور کمپنی کے درمیان ایک بنک ہے جس سے کمپنی کو رقم دلوائی جا رہی ہے۔ بنک کمپنی کو اصل قیمت ادا کر دیتا ہے لیکن خریدار کو یہ رقم بمع سود بنک کو ادا کرتا ہے۔ یہ تو وہی قرض ہوا جو کہ منافع کما کر دے رہا ہے، اور اسے ہی سود کہا جاتا ہے، جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (البقرہ:275)

"اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

اور پھر ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ 0 فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾ (سورۃ البقرہ:278-279)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور جو سود (تمہارے ذمے) باقی ہے، اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان رکھتے ہو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہیں اعلان جنگ ہے، اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارا اصل سرمایہ لینا جائز ہے اور (اس طرح) نہ تم ناانصافی کرو اور نہ تم پر ناانصافی کی جائے۔" علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"ہر قرض میں کوئی بھی اضافہ یا علیحدہ سے کوئی منفعت کہ جس سے قرض خواہ فائدہ حاصل کرے، چاہے وہ ایک مٹھی چارہ ہی کیوں نہ ہو، سود ہے، اور اگر وہ اس سودے میں بطور شرط کے ہو تو وہ بالکل ناجائز ہے۔"

ایسا معاملہ چاہے وہ گاڑی کی خرید کے لیے ہو یا کسی اور چیز کے لیے، بالکل حرام ہے، البتہ اگر تم گاڑی خریدنے پر مجبور ہو یعنی گاڑی کے بغیر تمہیں اور تمہارے اہل وعیال کو آنے جانے میں بہت مشقت لاحق ہوتی ہو، اور تم گاڑی خریدنے کی استطاعت نہ رکھتے ہو یعنی نہ تمہارے پاس کوئی اپنی جمع پونجی ہے اور نہ ہی کوئی قرض حسنہ دینے پر آمادہ ہے تو ایسی صورت میں ضرورت کی بنا پر تم اس صورت کو اختیار کر سکتے ہو۔

البتہ اگر تمہارا سودا کمپنی کے ساتھ بلاواسطہ ہو اور کمپنی تمہیں وہ گاڑی قسطوں پر دینے پر آمادہ ہو اور اس وجہ سے وہ اسی گاڑی کو بجائے 13 کے 16 ہزار یورو پر فروخت کر رہی ہو تو ایسا کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ ایک مقررہ قیمت پر سودا کیا گیا ہے اور راجح قول کے مطابق اسے سود نہیں قرار دیا گیا۔ (فتویٰ کونسل یورپ)

ڈلیوری سے متلق مسئلہ

سوال: میرا کام یہ ہے کہ میں ایمازون کمپنی میں کام کرتا ہوں اور خریداروں کے پتوں پر ان کی خرید کردہ چیزوں کے پارسل / پیکٹ پہنچاتا ہوں اور یہ ضروری نہیں کہ یہ چیزیں ساری کی ساری حلال ہوں، اس میں بعض دفعہ حرام مواد جیسے جنسی فلمیں، یا کھیل بھی ہو سکتے ہیں تو کیا یہ کام میرے لیے جائز ہے؟

جواب: اصل میں تو آپ کا کام خرید کردہ چیزوں کو ان کے خریداروں تک پہنچانا ہے اور اگر کمپنی کا سارا یا زیادہ تر کام حرام چیزوں سے متعلق ہے تب تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن اگر حرام مال شاذ ونادر ہو یا اس کی نسبت بہت کم ہو یا اس بات کا امکان ہو کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جنہیں خریدار کسی حرام کام میں استعمال کر سکتے ہیں تو یہ آپ کے اصل کام کو حرام قرار نہیں دے سکتا اس لیے کہ جو چیزیں شاذ ونادر پائی جاتی ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، اور اسی طرح کوئی ایسی چیز جو بذات خود حلال ہے لیکن خریدار اسے حرام کام میں استعمال کرتا ہے تو آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ (فتویٰ کونسل یورپ)

پبلک جگہوں پر عورت کے لیے ورزش کرنا

سوال: عورت کے لیے عمومی طور پر ورزش کرنا کیسا ہے؟ اور خاص طور پر وہ ورزش جو پبلک مقامات پر کی جائے؟

جواب: ورزش کے بے شمار فائدے ہیں، صحت، عقل اور نفس انسانی کے لیے، اس لیے اس کے کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں، ایک عورت اپنے گھر میں ورزش کر سکتی ہے، پبلک مقامات سے اسے بچنا چاہیے، لیکن اگر اس کے سوا چارہ نہ ہو تو وہ پبلک مقامات پر جا سکتی ہے بشرطیکہ وہاں وہ محفوظ ہو، وہاں کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جس سے کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو، اور یہ کہ ستر وحجاب کی پابندی کرے، ایسا تنگ لباس نہ پہنے جس سے جسم نمایاں ہو یا پوشیدہ مقامات کا حجم نمایاں ہو، وہ ہر صورت شرم وحیا کا لحاظ رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ خاندان کے جو حقوق اس پر عائد ہوتے ہیں، اس میں کوتاہی نہ آئے۔ (فتویٰ کونسل یورپ)

بورکینی پہن کر ایک عورت کے لیے تیراکی کرنا

سوال: بورکینی (مسلمان عورت کے لیے تیراکی کا مخصوص لباس) پہن کر، کیا ایک عورت اس تالاب میں تیراکی کر سکتی ہے جہاں تیرنے والوں کی حفاظت کے لیے ایک مرد محافظ کے طور پر موجود رہتا ہے؟

جواب: ایک مسلمان عورت تیراکی کے لیے کسی ایسے

تالاب کو تلاش کرے جو عورتوں کے لیے مخصوص ہو اور جہاں پر کوئی محافظ عورت ہی مقرر ہو، لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اسے بہر صورت تیراکی کے لیے وہ لباس پہننا چاہیے جو ستر کے شرائط پوری کرتا ہو، اسے ان تمام جگہوں سے بچنا چاہیے جہاں مردوں کی موجودگی ہو، اور جہاں تک بور کینی کا تعلق ہے تو یہ لباس اپنی وسعت، تنگی، کثافت اور شفافیت کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے تو اسے وہی لباس پہننا چاہیے جو ستر کے شرائط پوری کرتا ہو۔ اور اگر عورتوں کے لیے کوئی تالاب مخصوص کر دیا جائے لیکن حفظ اور امان کی خاطر وہاں مرد کی موجودگی انتظامیہ کی طرف سے ضروری قرار دی جائے تو انتظامیہ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہاں بجائے مرد کے کسی ایسی عورت کو مقرر کیا جائے جو اس کام میں مہارت رکھتی ہو۔

یورپ میں کام کا کوئی ایسا میدان باقی نہیں ہے جہاں عورت کا دخل نہ ہو اس لیے کسی محافظ عورت کا دستیاب ہونا کوئی مشکل نہ ہو گا۔

شرم وحیا کا تقاضا ہے کہ ایک مسلمان عورت اس وقت تک صبر سے کام لے جب تک کہ ایسی محافظ خاتون دستیاب نہ ہو جائے اور وہ اس لیے کہ تیراکی اتنی ضروری چیز نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے ایک مسلمان عورت ستر وحجاب کے لوازمات کو قربان کر دے۔ (فتویٰ کونسل یورپ)

کورونا وباء کے علاج ے لیے انجکشن لگانا

سوال: کئی مسلمان یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کورونا سے بچنے کے لیے انجکشن لگوانا جائز ہے؟ اور یہ سوال اس لیے کیا جاتا ہے کہ سوشل میڈیا پر یہ بات کثرت سے گردش کر رہی ہے کہ یہ انجکشن حرام ہے۔

جواب: کسی بھی انجکشن میں بصورت علاج حرمت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اگر اس انجکشن میں الکحل، سؤر یا مردہ خلیوں جیسے حرام مواد بھی شامل ہوں تو وہ کیمیاوی طور پر استحالہ کے عمل سے گذرتے ہیں۔ یعنی کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور پھر اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ وہ کھائے جا رہے ہیں اور نہ ہی انہیں پیا جا رہا ہے کہ جسے حرام قرار دیا گیا ہے۔

انجکشن کے حلال اور حرام ہونے میں مصلحت اور مفاسد کا اعتبار کیا جائے گا یعنی یہ کہ کسی مخصوص انجکشن کے لگانے میں صحت حاصل ہو گی یا اس کے لگانے سے مضرّ اثرات پیدا ہوں گے؟ اور اب تک کی طبی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اس مخصوص انجکشن سے لوگ اس وباء سے محفوظ ہوئے ہیں یا کورونا وائرس کے مضر اثرات بہت حد تک کم ہوئے ہیں کہ جن کی شدت بعض دفعہ مریض کی وفات کا باعث ہوتی ہے اور اس کے مقابلے میں اس انجکشن کے ضمنی آثار (سائڈ ایفیکٹ) بہت کم واقع ہوئے ہیں۔

لیکن ہم یہ کہے بغیر نہ رہیں گے کہ مزید طبی تحقیقات سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ بعض حالات اور عمر کے بعض حصوں میں اس انجکشن کے مضر اثرات بھی ظاہر ہوئے اور اس کا مطلب ہے کہ طبی سائنس کے اداروں کو اس ضمن میں مزید تحقیق کرنی چاہیے اور مطلوبہ دوا کو اس معیار پر لے آنا چاہیئے کہ اس انجکشن کے مضر اثرات یا تو بالکل ختم ہو جائیں یا ان میں شدت سے کمی پیدا ہو جائے جیسا کہ تمام دوسرے معروف انجکشن کی روایت ہے۔ واللہ اعلم (فتویٰ کونسل یورپ)

انجکشن کے حلال اور حرام ہونے میں مصلحت اور مفاسد کا اعتبار کیا جائے گا یعنی یہ کہ کسی مخصوص انجکشن کے لگانے میں صحت حاصل ہو گی یا اس کے لگانے سے مضرّ اثرات پیدا ہوں گے؟ اور اب تک کی طبی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اس مخصوص انجکشن سے لوگ اس وباء سے محفوظ ہوئے ہیں یا کورونا وائرس کے مضر اثرات بہت حد تک کم ہوئے ہیں کہ جن کی شدت بعض دفعہ مریض کی وفات کا باعث ہوتی ہے اور اس کے مقابلے میں اس انجکشن کے ضمنی آثار (سائڈ ایفیکٹ) بہت کم واقع ہوئے ہیں۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر نہ رہیں گے کہ مزید طبی تحقیقات سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ بعض حالات اور عمر کے بعض حصوں میں اس انجکشن کے مضر اثرات بھی ظاہر ہوئے اور اس کا مطلب ہے کہ طبی سائنس کے اداروں کو اس ضمن میں مزید تحقیق کرنی چاہیے اور مطلوبہ دوا کو اس معیار پر لے آنا چاہیئے کہ اس انجکشن کے مضر اثرات یا تو بالکل ختم ہو جائیں یا ان میں شدت سے کمی پیدا ہو جائے جیسا کہ تمام دوسرے معروف انجکشن کی روایت ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آدمی کے اندر تین خصلتیں اسے سونا بنا دیتی ہیں:

1۔ اپنے فقر اور تنگدستی کو چھپانا کہ دیکھنے والے اسے خوشحال سمجھنے لگیں۔

2۔ اپنے غصے کو چھپانا کہ دیکھنے والے اسے راضی سمجھیں۔

3۔ اپنی تنگی اور مشکل کو چھپانا کہ لوگ سمجھیں فراخی میں ہے۔

(مناقب الشافعي از بيهقي: 2/188)

فرضیت روزہ

رمضان کا مہینہ مسلمانوں پر عطیہ ٔ خداوندی ہے۔ اس کے تمام تر اَحکامات اور حدود و قیود شارع کی حکمتِ بالغہ کی آئینہ دار اور یقیناً اس کے پیدا کردہ بندوں کے حق میں بہتر ہیں، تبھی تو ربّ العالمین نے اس پر مہینے کے روزوں کو اپنے بندوں پر فرض قرار دیا ہے۔

فرمانِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورۃ البقرہ:184)

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے اُمتوں پر تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔“

گویا یہ صرف اُمتِ محمدیہ پر ہی نہیں بلکہ دوسری اُمتوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض تھا۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

”تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو، وہ اس کے روزے رکھے۔“ (سورۃ البقرہ:185)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اللہ کے ایک ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ (صحیح بخاری:8)

فضیلتِ رمضان وصائم

رمضان کا مہینہ ان بابرکت اَوقات پر مشتمل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی تمام تر برکات کا نزول ہوتا ہے اور بندہ اس مہینہ کے اَحکامات پر عمل کر کے اپنے خالق سے ان رحمتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ اس مہینہ کی فضیلت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں قرآن نازل فرمایا ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾

”رمضان وہ مہینہ ہی جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے باعثِ ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی اور (حق و باطل کے درمیان) فرق کرنے کی نشانیاں ہیں۔“ (سورۃ البقرہ:185)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ» (سنن نسائی:2106)

”تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آ پہنچا اور وہ بابرکت مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض فرمائے ہیں، اس مہینے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو طوق پہنا دیے جاتے ہیں۔“

دوسری حدیث میں ہے:

«إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ» (صحیح بخاری:3277)

”جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الصَّلَاةُ الْخَمْسُ، وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ، مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ»

”پانچوں نمازیں اور (ہر) جمعہ (دوسرے) جمعہ تک درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ (ان کو مٹانے والے) ہیں، جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔“ (صحیح مسلم:233)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن لله تبارك وتعالىٰ عتقاء في كل يوم وليلة يعني في رمضان وإن لكل مسلم في كل يوم وليلة دعوة مستجابة»

(الترغیب والترہیب:1002)

”بے شک اللہ تعالیٰ (رمضان میں) ہر دن اور ہر رات بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور ہر دن اور ہر رات ہر مسلمان کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری خاتون کو فرمایا:

«فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً» (صحیح مسلم:1256)

”جب رمضان کا مہینہ آجائے تو تم اس میں عمرہ کر لینا، کیونکہ اس میں عمرہ حج کے برابر ہوتا ہے۔“

فرمانِ خداوندی ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ

وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:35)

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مؤمن مرد اور عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور عورتیں، اور عاجزی کرنے والے مرد اور عورتیں، خیرات دینے والے مرد اور عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور عورتیں اور اپنی شرمگاہ کی نگہبانی رکھنے والے مرد اور عورتیں اور یاد کرنے والے اللہ کو بہت زیادہ اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلَّا الصِّيَامَ، هُوَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ «فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلْفَةُ فَمِ الصَّائِمِ، أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ»

"اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ابن آدم کا ہر (نیک) عمل کئی گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر حتیٰ کہ سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سوائے روزے کے جو صرف میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، کیونکہ وہ میری وجہ سے اپنی شہوت اور اپنے کھانے کو چھوڑتا ہے۔" (صحیح مسلم:1151)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ»

"روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطاری کے وقت اور دوسری جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو روزہ کا ثواب دیکھ کر۔" (صحیح بخاری:1904)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ» (صحیح بخاری:1896)

"بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جسے الرَّیان کہا جاتا ہے۔ اس سے قیامت کے دن صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے اور ان کے علاوہ کوئی اور اس سے داخل نہیں ہوگا اور پکار کر کہا جائے گا: کہاں ہیں روزے دار؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے اور اس کے علاوہ اور کوئی اس سے جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جب وہ سب کے سب جنت میں چلے جائیں گے تو اس دروازے کو بند کر دیا جائے گا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

« وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ»

"اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ اچھی ہے۔" (صحیح بخاری:1904)

استطاعت کے باوجود روزہ نہ رکھنے والا ملعون ہے!

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے منبر کے قریب آجاؤ ہم لوگ چلے آئے۔ آپ ﷺ جب منبر کی پہلی سیڑھی چڑھے تو فرمایا: آمین، دوسری پر چڑھے تو فرمایا: آمین، تیسری پر چڑھے تو فرمایا: آمین، جب آپ منبر سے اُترے تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے آج آپ سے خلاف معمول آمین سنی ہے، پہلے کبھی اس طرح نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إنَّ جبريل عليه الصلاة والسلام عرض لي فقال بُعدًا لمن أدرك رمضان فلم يغفرله قلت: آمين فلما رقيت الثانية قال:بعدًا لمن ذكرت عنده فلم يصل عليك قلت:آمين،فلما رقيت الثالثة قال بُعدًا لمن أدرك أبواه الكبر عنده أو أحدهما فلم يدخلا الجنة قلت:آمين

"بے شک (جب میں پہلی سیڑھی چڑھا) تو سیدنا جبریل علیہ السلام میرے پاس آکر بددعا کرنے لگے: وہ شخص رحمتِ الٰہی سے دور ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پالے پھر اس کی بخشش نہ ہو۔ میں نے کہا: آمین! جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل نے کہا: وہ شخص رحمتِ الٰہی سے دور ہو جس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا: آمین اور جب تیسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل نے پھر بددعا کی کہ وہ شخص رحمتِ الٰہی سے دور ہو جس کے سامنے اس کے ماں اور باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپا پہنچا اور اُنہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کرایا تو میں نے کہا: آمین۔" (مستدرک حاکم:4/154)

روزہ کے مسائل واحکام

چاند دیکھنا

رمضان کا مہینہ جب شروع ہو تو روزوں کی ابتدا کی جائے اور اُمت کے لیے شارع نے یہ ضابطہ دیا ہے کہ جب ماہِ رمضان کا چاند نظر آجائے، تب روزے رکھنا شروع کیا جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ » (صحیح بخاری:1906)

"اس وقت تک روزہ کا آغاز نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور نہ ہی روزے ختم کرو جب تک (شوال کا) چاند نظر نہ آجائے۔"

چاند نظر نہ آنے کی صورت میں

اگر مطلع ابر آلود ہو جس کی وجہ سے چاند دیکھنے میں رکاوٹ آرہی ہو تو اِن حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے کہ شعبان کے تیس دن پورے کر لیے

جائیں اور یکم رمضان سے روزہ شروع کر دیا جائے۔
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ»
”(ماہِ رمضان) کا چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور (شوال کا) چاند دیکھ کر اسے ختم کرو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے مہینے کے تیس دن پورے کرلو۔“ (صحیح بخاری: 1909)
مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند نہ دیکھنے کی وجہ سے رمضان کے شروع یا اختتام کے تعین میں شک پڑ جاتا ہے، لہٰذا اس تردد کی کیفیت میں شارع نے شک کا روزہ رکھنے سے منع فرما دیا ہے۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يَشُكُّ فِيهِ النَّاسُ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ» (جامع ترمذی: 686)
”جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا، اس نے ابو القاسم (محمد) کی نافرمانی کی۔“

چاند دیکھنے کی گواہی

چاند دیکھنے میں دو گواہیاں ضروری ہیں۔
سیدنا عبد الرحمن بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
« فَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ فَصُومُوا وَأَفْطِرُوا»
” اور اگر دو شخص چاند دیکھنے کی گواہی دیں تو بھی روزے رکھنا شروع یا بند کر دو۔“ (سنن نسائی: 2116)
لیکن چاند دیکھنے کی ایک گواہی سے روزہ رکھنا بھی ثابت ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:
سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگوں نے رمضان کا چاند دیکھنا شروع کیا تو میں نے نبی اکرم کو اطلاع دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے تو (میری اطلاع پر) آپ نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (سنن ابو داؤد: 2342)

فرض روزہ کے لیے نیت کرنا ضروری ہے

روزہ چونکہ ایک عبادت ہے تو ہر عبادت کے لیے خلوصِ نیت ضروری ہے، آپ نے فرمایا:
اِنما الاعمال بالنیات (صحیح بخاری: ۱)
”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“
فرض روزہ رکھنے کے لیے روزہ کی نیت کا پہلے ہونا ضروری ہے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَلَا صِيَامَ لَهُ» (سنن ابو داؤد: 2454)
”جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں ہے۔“

فجر کے بعد روزہ کی نیت کرنا

البتہ نفل روزہ میں نیت فجر کے بعد بھی کی جا سکتی ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
ذَاتَ يَوْمٍ «يَا عَائِشَةُ، هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟» قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ قَالَ: «فَإِنِّي صَائِمٌ» قَالَتْ: فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ - أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ - قَالَتْ: فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ وَقَدْ خَبَأْتُ لَكَ شَيْئًا، قَالَ: «مَا هُوَ؟» قُلْتُ: حَيْسٌ، قَالَ: «هَاتِيهِ» فَجِئْتُ بِهِ فَأَكَلَ، ثُمَّ قَالَ: «قَدْ كُنْتُ أَصْبَحْتُ صَائِمًا» (صحیح مسلم: 1154)
”ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا: نہیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب میں روزہ دار ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے دن ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں حلوہ ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بھی حلوہ دکھاؤ، بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ کھا لیا۔“
نوٹ: روزہ کی نیت کے لیے وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ کے مروّج الفاظ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

سحری کھانا

اللہ تعالیٰ نے سحری کے کھانے میں برکت رکھی ہے۔
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً»
”سحری کھاؤ، کیونکہ اس کے کھانے میں برکت ہے۔“ (صحیح بخاری: 1923)

سحری کا وقت

رات کے آخری حصہ میں فجر کی اذان تک سحری کا وقت ہے، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا کہ وہ سحری کو آخر وقت کھاتے تھے۔
سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ سحری کھاتا پھر جلدی جلدی آتا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ لوں۔ (صحیح بخاری: 1920)
اسی طرح سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی کے ساتھ سحری کرتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف چلے جاتے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:
”میں نے پوچھا اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا؟ تو اُنہوں نے کہا: جتنے وقت میں پچاس آیات تلاوت کر لی جائیں۔“ (صحیح بخاری: 1921)

غسل واجب ہونے کی صورت میں سحری کرنا

اگر غسل واجب ہو اور سحری کا وقت کم ہو تو وضو کر کے سحری کھائی جا سکتی ہے۔
سیدنا ابو بکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں اور میرے والد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"میں گواہی دیتی ہوں، رسول اللہ ﷺ احتلام کے سبب سے نہیں بلکہ جماع کے سبب سے حالتِ جنابت میں صبح کرتے اور (غسل کیے بغیر) روزہ رکھتے۔ پھر ہم اُمّ سلمہ کے پاس آئے تو اُنہوں نے بھی یہی بات کی۔" (صحیح بخاری:1931-1932)

صائم اِن قباحتوں سے دور رہے!

آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

"جو شخص جھوٹی بات اور اس پر عمل کو نہیں چھوڑتا تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔" (صحیح بخاری:1903)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الصيام ليس من الأكل والشرب فقط إنما الصيام من اللغو والرفث فإن سابك أحد أو جهل عليك فقل: إني صائم (ابن حبان:3470)

"روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ روزے کی حالت میں بے ہودگی اور بے حیائی کو چھوڑنا بھی روزے میں شامل ہے۔ پس اگر تمہیں کوئی شخص گالی دے یا بدتمیزی کرے تو تم کہو: میں تو روزے کی حالت میں ہوں، میں تو روزے کی حالت میں ہوں۔"

نواقضِ روزہ

1۔ جان بوجھ کر کھانا پینا: روزہ چونکہ ایک خاص وقت تک نہ کھانے پینے کا دورانیہ ہوتا ہے لہٰذا ان کے نواقض میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر قصداً کوئی چیز کھا یا پی لی جائے تو اس سے روزہ باطل ہو جائے گا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیونکہ) روزہ دار میرے لیے اپنا کھانا پینا اور خواہشِ نفس ترک کرتا ہے۔" (صحیح بخاری:1894)

اس سے پتہ چلا کہ روزہ دار طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانا پینا بند کر دے گا۔

2۔ جماع کرنا: اگر کوئی شخص حالتِ روزہ میں اپنی بیوی سے قصداً جماع کر بیٹھتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا اسے کفارہ بھی دینا پڑے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں حالتِ روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم ایک غلام آزاد کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم دو ماہ مسلسل روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم اتنی استطاعت رکھتے ہو کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اس نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اسی اثنا میں آپ ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ سائل نے کہا: میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ یہ کھجوریں لو اور جا کر انہیں صدقہ کر دو۔ اس نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! بھلا اپنے سے زیادہ کسی فقیر پر صدقہ کروں۔ یہاں دو پہاڑوں کے درمیان تو کوئی گھرانہ ایسا نہیں جو میرے گھرانے سے زیادہ محتاج ہو۔ نبی اکرم ﷺ اس بات پر اتنا ہنسے کہ آپ ﷺ کی داڑھیں نظر آنے لگیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ یہ کھجوریں اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔" (صحیح بخاری: 1936)

3۔ حیض و نفاس: روزہ کی حالت میں عورت کو حیض یا نفاس کا خون آجائے تو روزہ باطل ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے اس حالت میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"ایک مرتبہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا:

أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تصم قلن: بلى (صحیح بخاری:304)

"کیا ایسا نہیں کہ عورت ماہواری کے ایام میں نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے۔"

نوٹ: حالتِ حیض میں عورت کے لیے نمازیں معاف ہیں جبکہ روزوں کی قضا دے گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا حائضہ عورت نماز اور روزے کی قضا کرے گی؟ تو اُنہوں نے فرمایا: ہمیں روزوں کی قضا کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (صحیح مسلم:335)

4۔ قصداً قے کرنا: قصداً قے کرنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ» (ابوداؤد:2380)

"جسے حالتِ روزہ میں خود بخود قے آجائے، اس پر قضا نہیں (کیونکہ اس کا روزہ درست رہا) اور اگر کوئی قصداً قے کرے تو وہ روزے کی قضا دے (کیونکہ اس کا روزہ باطل ہو چکا)"

جن اُمور سے روزہ نہیں ٹوٹتا

1۔ بھول کر کھانا پینا: حالتِ روزہ میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ (صحیح بخاری:1933)

2۔ بے اختیار قے آنا: اگر قے خود بخود آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ»

"جسے حالتِ روزہ میں (خود بخود) قے آجائے، وہ روزہ دار ہی ہے اس پر قضا نہیں۔" (سنن ابو داؤد:2380)

3۔ بغیر جماع کے اِنزال و احتلام ہونا: اگر روزہ دار کو نیند میں احتلام ہو جائے یا کسی بیماری کی وجہ سے انزال ہو جائے چونکہ یہ اس کے اختیار میں نہیں لہٰذا اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور احتلام روزہ کے مفاسد میں سے نہیں ہے۔

4۔ بیوی کا بوسہ لینا: اگر روزہ دار بیوی کا بوسہ لے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہو گا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَتْ

"رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں اپنی کسی بیوی کو بوسہ دے دیتے تھے۔" (صحیح بخاری:1928)

اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کا بوسہ روزہ کی حالت میں لیا تو میں نے گھبرا کر نبی ﷺ سے پوچھا کہ میں آج بہت عجیب کام کر بیٹھا ہوں۔ میں روزہ کی حالت میں بوسہ لے چکا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا خیال اگر تو روزہ کی حالت میں کلی کرے تو۔ (سنن ابو داؤد:2385)

گویا آپ ﷺ نے اسے برا نہ جانا۔

5۔ غیر ارادی طور پر کسی چیز کا حلق سے اُترنا: غیر ارادی طور پر اگر روزہ کی حالت میں مکھی، مچھر یا کوئی چیز حلق سے اُتر جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن دخل حلقه الذباب فلا شيء عليه"

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الصائم إذا أکل أو شرب ناسیا)

"اگر روزہ دار کے منہ میں مکھی داخل ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔"

روزہ میں جائز اُمور

1۔ مسواک کرنا: سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں:

میں نے حضور ﷺ کو روزے کی حالت میں بے شمار مرتبہ مسواک کرتے دیکھا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب مسواک الرطب الیابس للصائم)

نوٹ: روزہ دار کو چاہیے کہ جب وہ نماز کے لیے وضو کرے تو کلی اور ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ نہ کرے تاکہ پانی حلق میں نہ اُتر جائے۔ سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وضو کے بارے میں مجھے کچھ بتائیے آپ ﷺ نے فرمایا: وضو اچھی طرح سے کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی ڈالو، لیکن اگر روزہ ہو تو پھر (مبالغہ) نہ کرو۔ (جامع ترمذی:788)

2۔ ہنڈیا کا ذائقہ چکھنا: ہنڈیا پکانے والا اس کی نمک مرچ چکھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ معدہ میں نہ جائے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"لا بأس أن يتطعّم القِدر أو الشيء." (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب اغتسال الصائم)

"روزہ دار ہنڈیا یا کسی دوسری چیز کا ذائقہ چکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔"

3۔ ٹوتھ پیسٹ، منجن کا استعمال: روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ اور منجن کا استعمال جائز ہے، اور اس مسئلہ کی دلیل سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ فتویٰ ہی ہے۔

4۔ غسل کرنا: شدتِ روزہ سے اگر روزہ دار غسل کر لیتا ہے تو جائز ہے۔ ابو بکر بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ مجھے کسی صحابی نے بیان کیا کہ

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْعَرْجِ، يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ، أَوْ مِنَ الْحَرِّ (سنن ابو داؤد:2365)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ روزہ کی حالت میں پیاس یا گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی بہا رہے تھے۔"

5۔ سرمہ لگانا: سیدنا انس رضی اللہ عنہ، حسن بصری رحمہ اللہ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ثابت ہے کہ وہ حالتِ روزہ میں سرمہ لگانے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب اغتسال الصائم)

6۔ کنگھی کرنا، تیل لگانا: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلاً (ایضا)

"جب تم میں سے کوئی شخص روزہ سے ہو تو وہ صبح کے وقت تیل لگائے اور کنگھی کرے۔"

7۔ خون نکلوانا: روزہ دار کو اگر کسی وجہ سے اپنے جسم سے خون نکالنا پڑے تو اس قدر نکال سکتا ہے جس سے اسے نقاہت یا کمزوری پیدا نہ ہو جائے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ (صحیح بخاری:1938)

"نبی ﷺ حالت احرام اور روزہ کی حالت میں پچھنے لگوا لیا کرتے تھے۔"

اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہ عمل رہا ہے کہ وہ پچھنے لگوایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، ایضاً)

نوٹ: سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أفطر الحاجم والمحجوم (جامع ترمذی: 773)

"پچھنے لگانے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ توڑ دیا۔"

لیکن مذکورہ بالا جواز کی روایت اور اس روایت کے درمیان تطبیق یہ دی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور افراد کے لیے پچھنے کو ناپسند فرمایا ہے جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ روزہ دار کے لیے پچھنے لگانے کو ناپسند کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: "نہیں البتہ کمزور شخص کے لیے ہم ناپسند کرتے ہیں۔" (صحیح بخاری: 1904)

روزہ کی رخصت و قضا

1۔ **سفر میں روزہ کی رخصت:** سفر میں روزہ رکھا اور چھوڑا جاسکتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَأَصُومُ فِي السَّفَرِ وَكَانَ كَثِيرَ الصِّيَامِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ (صحیح بخاری: 1943)

"حمزہ بن عمرو اسلمی بکثرت روزے رکھا کرتے تھے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں سفر میں روزہ رکھ سکتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چاہو تو رکھ لو ورنہ نہ رکھو۔"

اسی طرح سفر کے دوران روزہ چھوڑا بھی جاسکتا ہے جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعِبْ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ (صحیح بخاری: 1947)

"ہم نبی کے ساتھ سفر کرتے چنانچہ روزہ رکھنے والے روزہ چھوڑنے والوں پر اور نہ روزہ چھوڑنے والے روزہ رکھنے والوں پر اعتراض کرتے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (حالتِ سفر) میں روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ چھوڑا بھی۔ اس لیے تم میں سے جو چاہے (حالتِ سفر میں) روزہ رکھے اور جو چاہے، نہ رکھے۔ (صحیح بخاری: 1948)

2۔ **بیماری اور بڑھاپے کے دوران:** بیمار اپنی بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتا ہے اور جب تندرست ہو جائے تو ان کی قضا دے دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (سورۃ البقرۃ: 184)

"پس جو مریض ہو یا مسافر ہو، وہ دوسرے ایام میں روزے پورے کرے۔"

دائمی مریض اور بوڑھے کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ صدقہ کے طور پر ایک مسکین کو تمام روزوں کے دنوں کا کھانا کھلا دے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"وہ بوڑھا مرد یا عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔" (صحیح بخاری: 4505)

3۔ **حمل اور رضاعت کے دوران:** حاملہ اور مرضعہ کے لیے بھی روزہ میں رخصت ہے کہ وہ بعد میں اس کی قضا دے دے۔ حدیث میں ہے کہ

إنَّ الله وضع شطر الصلاة أو نصف الصلاة والصوم عن المسافر وعن المرضع أو الحبلى (سنن ابو داؤد: 2408)

"اللہ تعالیٰ نے مسافر، دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو آدھی نماز اور روزے کے سلسلہ میں رخصت دے دی ہے۔"

افطاری

1۔ **افطاری میں تعجیل:** آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر لینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسَ بِخَيْرٍ ما عجَّلوا الْفِطْرَ (صحیح بخاری: 1957)

"جب تک لوگ جلدی افطاری کرتے رہیں گے، وہ خیر کے ساتھ رہیں گے۔"

2۔ **افطاری کس چیز سے کی جائے؟:** سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے تازہ کھجوروں سے افطاری کرتے، اگر تازہ کھجور نہ ملتی تو پرانی کھجوروں سے کر لیتے اور اگر پرانی کھجوریں بھی نہ ملتی تو پانی کے چند گھونٹ پی کر افطاری کر لیتے۔ (سنن ابو داؤد: 2356)

افطاری کی دعا: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ (سنن ابو داؤد: 3357)

"پیاس بجھ گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر بھی ثابت ہو گیا۔"

قیامِ رمضان اور اس کے احکام

قیامِ رمضان کے لیے تراویح، قیام اللیل، صلاۃ اللیل اور تہجد کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جو رمضان میں جماعت کے ساتھ اور انفرادی، دونوں طرح کیا جاسکتا ہے۔

فضیلتِ قیامِ رمضان: قیام اللیل اس مہینہ میں کئے جانے والے خصوصی اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ فَيَقُولُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (صحیح مسلم: 759)

"اللہ کے رسول ﷺ قیامِ رمضان کی ترغیب دیا کرتے تھے بغیر اس کے کہ آپ واجبی طور پر اُنہیں حکم دیں۔ آپ 1 فرماتے: جو کوئی ایمان کے ساتھ حصولِ ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کرے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

قیامِ رمضان (تراویح) کا وقت: نمازِ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح فجر کی اذان تک ہے اور یہ اس دوران کسی بھی وقت پڑھی جا سکتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"اللہ کے رسول ﷺ (رمضان کے مہینہ میں) ایک رات نصف شب کے وقت نکلے اور مسجد میں نماز پڑھنے لگے، لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ پھر صبح کے وقت اُنہوں نے دوسرے لوگوں کو بھی بتایا۔ چنانچہ (اگلی شب) پہلے سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور آپ ﷺ نے اُنہیں نماز پڑھائی۔ پھر صبح کے وقت اُنہوں نے (اور لوگوں کو بھی) بتایا۔ چنانچہ تیسری رات پہلے سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور اللہ کے رسول ﷺ نکلے اور اُنہیں نماز پڑھائی۔ پھر چوتھی رات اتنے لوگ جمع ہو چکے تھے کہ مسجد میں پاؤں رکھنے کو جگہ نہ تھی (مگر اس رات قیامِ رمضان کے لیے نہ نکلے) بلکہ فجر کی نماز کے وقت نکلے اور نمازِ فجر کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا (صحیح بخاری:2016)

"مجھے تمہاری آمد کا علم ہو چکا تھا مگر میں اس لیے باہر نہ آیا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اسے اس طرح ادا نہ کر پاؤ، پھر اللہ کے رسول ﷺ نے وفات تک لوگوں کو تراویح نہ پڑھائی۔"

مذکورہ بالا حدیث سے پتہ چلا کہ نبی نے تین دن نمازِ تراویح باجماعت پڑھائیں اور پھر اس ڈر سے کہ کہیں لوگوں پر مشقت کا باعث نہ بن جائے، چوتھے دن نہ پڑھائیں۔ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں باقاعدہ نمازِ تراویح کا باجماعت اہتمام ہونے لگا۔

عبد الرحمن بن عبد القاری کہتے ہیں کہ

"میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد میں گیا، لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کچھ لوگ کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر تمام لوگوں کو ایک ہی قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو زیادہ اچھا ہو گا۔ چنانچہ اُنہوں نے یہی قصد کر کے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان سب کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات آپ نکلے۔ دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھ رہے ہیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اچھا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لیے کی کیونکہ لوگ رات کے اوّل حصے میں نمازِ تراویح پڑھ لیتے تھے۔" (صحیح بخاری:2010)

مذکورہ اَحادیث سے پتہ چلا کہ قیامِ رمضان کا اہتمام نمازِ عشاء کے بعد سے لے کر فجر کی اَذان تک کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔ اگر اسے تاخیر سے پڑھا جائے تو یہ افضل ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا عمل تھا۔

نمازِ تراویح کی تعدادِ رکعات: نمازِ تراویح کی رکعات کی تعداد کے بارے صحیح بات یہی ہے کہ آپ ﷺ سے عام طور پر گیارہ رکعات ثابت ہیں۔ چونکہ یہ تہجد ہی کی نماز ہے، اس لیے رمضان اور غیر رمضان آپ ﷺ کا اکثر معمول یہی رہا ہے کہ آپ ﷺ نے گیارہ رکعات ہی پڑھیں جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً (صحیح بخاری:1147)

"نبی ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں (بالعموم) گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔"

تراویح کا طریقہ: یہ دو دو رکعات کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ

"اللہ کے رسول ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر فجر تک گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے اور آپ ﷺ دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے اور ایک وتر پڑھتے۔" (صحیح مسلم:736)

نوٹ: بعض لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایک اثر کو پیش کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے دور میں 20 رکعات کا حکم دیا تھا جبکہ 20 رکعات کے حکم والی روایات مستند نہیں۔ بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کو گیارہ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم کیا تھا۔ (موطأ، باب ما جاء في قيام رمضان)

نمازِ تراویح کے مسائل

مصحف سے دیکھ کر قراءت کرنا: تراویح میں اگر امام قرآن سے دیکھ کر قراءت کرے تو یہ جائز ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے کہ

"كانت عائشةيؤمها عبدها ذكوان من المُصحف" (صحيح بخاری، كتاب الآذان، باب إمامة العبد والمَولى)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان انہیں قرآن مجید سے دیکھ کر (نفل) نماز پڑھایا کرتا تھا۔"

ایک رات میں قرآن ختم کرنا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ (صحیح مسلم:746)

"میں نہیں جانتی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی ایک ہی رات میں پورا قرآن پڑھا ہو۔"

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ

"جو شخص تین راتوں سے کم وقت میں قرآنِ مجید ختم کرتا ہے، وہ دراصل قرآن کو سمجھتا نہیں۔" (سنن ابوداود:1390)

اعتکاف اور اس کے مسائل

'اعتکاف' لغوی طور پر کسی چیز پر جم کر بیٹھ جانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اللہ کی عبادت کے لیے تمام دنیاوی معاملات ترک کرنے اور مسجد میں گوشہ نشین ہو جانے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

اعتکاف نفل عبادت ہے جو اللہ کے رسول ﷺ سے رمضان کے تمام دنوں میں ثابت ہے لیکن آخری سالوں میں آپ ﷺ کا مستقل عمل یہ تھا کہ آپ ﷺ نے آخری عشرہ میں ہی اعتکاف فرمایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ (صحیح بخاری:2026)

"نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے حتی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فوت کر دیا۔ پھر آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔"

مسائل اعتکاف

اعتکاف صرف مسجد میں ہو سکتا ہے: اعتکاف کا تعلق مسجد سے ہے، قرآن میں ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (سورۃ البقرہ:187)

"اور تم عورتوں سے مباشرت نہ کرو جب تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو۔"

اس کے علاوہ صحابہ اور نبی ﷺ مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات بھی مسجد میں اعتکاف فرماتیں اور اس دور کا ایک بھی واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ کسی نے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف کیا ہو۔

رمضان کے علاوہ دنوں کا اعتکاف اور مدت:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ (صحیح بخاری:2032)

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک رات کے لیے مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔"

اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں: اعتکاف کے لیے روزہ کی شرط کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ مذکورہ بالا حدیث کے مطابق آپ ﷺ کے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو رات کے اعتکاف کی اجازت دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اعتکاف کے لیے شرط نہیں ہے، کیونکہ رات کو تو روزہ نہیں رکھا جاتا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بغیر روزہ کے اعتکاف کی نذر پوری کی۔

اعتکاف میں کب داخل ہوا جائے؟

اس مسئلہ میں دو طرح کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ» (صحیح مسلم:1171)

"نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے۔"

اور دوسری حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے، فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ، ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ

"نبی اکرم ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو فجر کی نماز پڑھ کر اپنے معتکف میں داخل ہوتے۔" (صحیح مسلم:1173)

پہلی روایت کے مطابق عشرہ یعنی دس دن میں بیس کی رات بھی شامل ہے جب کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں فجر کی نماز کے بعد اعتکاف کرنے کا ذکر ہے۔ اہل علم نے ان دونوں روایات میں یہ تطبیق دی ہے کہ بیس کی رات معتکف اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اور صبح نمازِ فجر کے بعد اعتکاف میں داخل ہو۔ واللہ اعلم

ممنوعات و مفسداتِ اعتکاف

1۔ جماع: اعتکاف کی حالت میں جماع سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (سورۃ البقرہ:187)

"اور تم بیویوں سے مباشرت نہ کرو اس وقت کہ جب تم مسجدوں میں معتکف ہو۔"

2۔ حیض و نفاس: حیض و نفاس کی حالت میں اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، کیونکہ اس حالت میں عورت کو مسجد میں ٹھہرنے سے منع کیا گیا ہے۔

3۔ بغیر ضرورت مسجد سے نہ نکلنا: آپ ﷺ کے متعلق آتا ہے کہ

0كان لا يدخل البيت إلا لحاجة إذا كان معتكفًا (صحیح بخاری:2029)

"نبی کریم ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو بغیر ضرورت کے گھر میں داخل نہ ہوا کرتے تھے۔"

اسی طرح دوسری روایت میں ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"سنت میں سے یہ بھی ہے کہ معتکف صرف ضروری حاجت کے لیے نکلے۔" (سنن ابوداود:2473)

البتہ اگر کوئی شرعی ضرورت ہو تو اس کے لیے مسجد سے باہر جایا جا سکتا ہے جس طرح آپ ﷺ اپنی بیویوں کو گھر چھوڑنے جایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری:2038:2035)

مریض کی عیادت اور جنازہ میں شرکت کرنا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

اِعتکاف کرنے والے کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے، نہ جنازے میں شریک ہو، نہ بیوی کو (شہوت سے) چھوئے اور نہ ان سے ہم بستری کرے۔ (سنن ابوداود:2473)

مباحاتِ اعتکاف

1۔ معتکف اپنی بیوی سے کنگھی کروانے یا سر دھونے جیسے اعمال میں مدد لے سکتا ہے۔ (صحیح بخاری:2028)
2۔ اِستحاضہ والی عورت اعتکاف کر سکتی ہے۔ (صحیح بخاری:2038)
3۔ معتکف کی بیوی صرف ملاقات کے لیے اس کے پاس آسکتی ہے اور وہ اسے گھر تک چھوڑنے بھی جاسکتا ہے۔ (صحیح بخاری:2035)
4۔ کسی شرعی عذر مثلاً اگر کسی وجہ سے جمعہ کا اہتمام اس مسجد میں نہ ہو تو وہ دوسری مسجد میں پڑھنے جاسکتا ہے۔

لیلۃ القدر

لیلۃ القدر (شبِ قدر) رمضان کے آخری عشرہ کی وہ بابرکت رات ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا بھرپور نزول ہوتا ہے۔ شبِ قدر کی فضیلت کے متعلق قرآن میں ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ 0 وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ 0 لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ 0 تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ 0 سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ (سورۃ القدر)

"یقیناً ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا، آپ کیا سمجھے کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں ہر قسم کے معاملات سر انجام دینے کو اللہ کے حکم سے فرشتے اور روح الامین اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ 0 فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ0 أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴾

"یقیناً ہم نے اس قرآن کو برکت والی رات میں نازل کیا بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ معاملہ ہماری جانب سے ہے اور ہم بھیجنے والے ہیں۔" (سورۃ الدخان:3۔5)

نوٹ: بعض لوگوں نے اس آیت سے مراد 15 شعبان کی رات کو قرار دیا ہے جو درست اور ثابت شدہ نہیں ہے بلکہ اس آیت میں لیلۃ مبارکۃ سے مراد شبِ قدر ہی ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق رات ہے۔

قیام لیلۃ القدر:

آپ ﷺ نے فرمایا:

من قام لیلة القدر إیمانًا واحتسابًا غُفرله ما تقدّم من ذنبه (صحیح بخاری:2014)

"جس نے شب قدر کا قیام ایمان وثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔"

لیلۃ القدر کب؟

شبِ قدر رمضان کے آخری عشرے کی کوئی طاق رات ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنْ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔" (صحیح بخاری:2017)

آخری عشرہ اور شبِ قدر کے لیے خصوصی اہتمام

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ»

"رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں عبادت کی جس قدر محنت وکوشش کرتے، وہ اس کے علاوہ کسی وقت نہ کرتے تھے۔" (صحیح مسلم:1175)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ

"جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر بستہ ہو جاتے اور اپنی رات کو زندہ رکھتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔" (صحیح بخاری:2024)

لیلۃ القدر کی دعا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا قَالَ قُولِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ عُفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي (جامع ترمذی:3513)

"میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر کون سی رات ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو کہہ:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عُفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

"اے میرے اللہ! یقینا تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے معاف کر دے۔"

علاماتِ لیلۃ القدر: لیلۃ القدر کی روایات میں درج ذیل علامتیں وارد ہوئی ہیں:

« أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فِي صَبِيحَةِ يَوْمِهَا بَيْضَاءَ لَا شُعَاعَ لَهَا »

"اس دن سورج سفید طلوع ہوتا ہے اور اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔" (صحیح مسلم:762)

آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّكُمْ يَذْكُرُ حِينَ طَلَعَ الْقَمَرُ، وَهُوَ مِثْلُ شِقِّ جَفْنَةٍ؟» (صحیح مسلم:1170)

"تم میں کون اسے یاد رکھتا ہے (اس رات) جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

لیلة القدر لیلة سمحة طلقة لا حارة ولا باردة تصبح شمسها ضعیفة حمراء

"شبِ قدر آسان اور معتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس کی صبح کو سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدھم ہو جاتی ہے۔" (مسند الطیالسی:2793)

اللہ سے خوف کے اسباب

دل میں اللہ کا خوف پیدا ہونا بڑی ہی سعادت مندی کی بات ہے، اسی لیے اس کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتے رہنی چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ اسباب بھی اختیار کرنے چاہیے، جن میں سے مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ اللہ کی معرفت اور اس کے اسمائے حسنیٰ وصفات علیا کا گہرا علم رکھنا۔(سورہ فاطر:28؛ سورۂ آل عمران:28، 30؛ سورۂ لقمان:33؛ سورۂ فاطر:5؛ سورۃ الحدید:14)

2۔ اللہ کے حضور کھڑے رہنے اور جوابدہی کا تصور کرنا۔(سورۃ النازعات:40، 41؛ سورۃ الرحمن:46)

3۔ وعیدوں کی آیات واحادیث کا مطالعہ کرنا۔(سورۂ ق:45؛ سورۂ ابراہیم:14)

4۔ کثرت کے ساتھ اذکار کا اہتمام کرنا۔(الکہف:28)

5۔ نفس کا محاسبہ اور تزکیہ کرتے رہنا۔ وغیرہ۔(بعض نے کہا کہ محبت بھی خوف کے اسباب میں سے ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہوگی تو اس بات کا خوف لگا رہے گا کہ کہیں یہ تعلق ٹوٹ نہ جائے اور بعض نے کہا کہ سچی اُمید بھی خوف کے اسباب میں سے ہے، کیونکہ جس سے آس لگی رہے گی اس کے حسن سلوک سے محرومی کا ڈر بھی لاحق رہے گا۔

اور بعض نے خوف زدہ کو لاحق ہونے والی تکلیف کے اعتبار سے یا خوف زدہ جس سے محبت کرتا ہے اسے لاحق ہونے والی تکلیف کے اعتبار سے خوف کے اسباب بیان کیے ہیں۔

اور پہلی قسم کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خوف کی مثال دی۔

اور دوسری قسم کے لیے سیدنا یوسف علیہ السلام کے تئیں سیدنا یعقوب علیہ السلام کے خوف کی مثال دی کہ کہیں انہیں بھیڑیانہ کھالے۔

☆اللہ سے خوف کے آثار وثمار

اللہ سے خوف کے بڑے نمایاں اثرات وبرکات ہیں، جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

1۔ دل میں اللہ کی عظمت وقدرت اور اس کے جلال وکمال کا خیال آنا۔

2۔ اخلاص وللّٰہیت اختیار کرنا۔ (سورۃ الدہر: 9، 10؛ سورۃ النور:37)

3۔ اطاعت پر استقامت اور اس کی جانب سبقت کرنا۔(سورۃ المؤمنون:57۔61)

4۔ قرآن مجید سے کماحقہ استفادہ کرنا۔(الأنعام:51)

5۔ نفس کی پاکیزگی اور خیر کے کاموں میں بالیدگی ہونا۔

6۔ اللہ کی طرف رجوع ہونا۔

7۔ ایمان کا عمدہ اور پختہ ہونا۔(الأنفال:2۔4)

8۔ ضلالت سے بچنا اور ہدایت کا ملنا۔(سورۃ الزمر:23)

9۔ زمین پر تمکنت اور وزن و قار کا حاصل ہونا۔(سورۂ ابراہیم:13۔14)

10۔ دوسروں پر ظلم وزیادتی سے اجتناب کرنا۔

11۔ روز قیامت عرش کا سایہ نصیب ہونا۔ (صحیح بخاری:660)

12۔ جہنم کی آگ سے یقینی طور پر بچنا۔(جامع ترمذی: 1633، بسند صحیح)

13۔ آخرت میں امن حاصل ہونا۔ (صحیح ابن حبان: 640)

14۔ دنیوی واخروی کامیابی سے سرفراز ہونا۔(سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ:1802) اور یہ حدیث شواہد اور مجموع طرق کے پیش نظر حسن ہے۔)

☆اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے کے اعتبار سے لوگوں کے درجات

بعض نے کہا کہ عوام الناس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور یہ ڈر انہیں جنت وجہنم اور جزاوسزا پر ایمان کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور علمائے کرام (اللہ کے عذاب سے قبل) اللہ (ہی) سے ڈرتے ہیں، جن کے لیے یہ تین کلمات کافی ہیں:

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ﴾(سورۂ آل عمران:28)

"اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔"

بعض لوگوں نے اس مکمل قول کو امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کیا، لیکن مجھے یہ قول ان کی کتابوں میں نہیں مل سکا۔

بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے کے اعتبار سے لوگوں کے پانچ درجے ہیں:

1۔ سب سے اعلیٰ اور پہلا درجہ ایسے افراد کا ہے جنہیں اللہ کے خوف نے خیر وبھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے پر ابھارا ہو، جو فرائض ونوافل کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہوں اور حرام کاموں سے بچتے رہتے ہوں۔(سورۃ المؤمنون:57۔61؛ سورۃ الزمر:9)

2۔ دوسرا درجہ ایسے افراد کا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے خوف نے حرام کاموں سے بچایا ہو اور (صرف) فرائض کی ادائی پر ابھارا ہو۔

3۔ تیسرا درجہ ایسے افراد کا ہے جن کے دل میں خوف الٰہی رہتا ہے لیکن اپنے متعلق اور دوسروں کے متعلق غفلت برتتے ہیں اور زیادتی کر بیٹھتے ہیں۔

4۔ چوتھا درجہ ایسے افراد کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو چکے ہوں اور گناہوں میں حد سے آگے بڑھ گئے ہوں۔

5۔ پانچواں درجہ ایسے مشرکین کا ہے، جنہوں نے خوف عبادت کو غیر اللہ سے وابستہ رکھا ہو۔(الخوف والرجاء لعبد العزیز الداخل ، درس من ملتقی أهل التفسیر)

☆اللہ تعالیٰ کا خوف اور سلف صالحین

جس میں جس قدر اللہ سے خوف کے اسباب پائے جائیں گے اسی قدر اس کے دل میں اللہ کا خوف زیادہ ہوگا، جیسا کہ نبی ﷺ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے متعلق علم رکھنے والے تھے اور سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے بھی تھے۔(صحیح بخاری:5063)

اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے بحالت نماز شدت سے رونے کی آواز محسوس کیا کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد:904)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب بازار کی جانب نکلتے ، لوہاروں کے پاس سے گزر ہوتا اور دہکتی ہوئی آگ پر نظر پڑتی تو بے اختیار زار وقطار رونے لگتے۔(مصنف ابن أبي شيبة:35523)

سیدنا ابو رجاء نے ایک جگہ کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ جگہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آنسوؤں کی وجہ سے گھاس کی سوکھی پٹی کی طرح ہو چکی تھی۔

(مصنف ابن أبي شيبة:35522)

محارب بن دثار نے فرمایا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما دوران نماز رو رہے تھے، جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ یہ سورج بھی اللہ کے خوف سے روتا ہے، لہٰذا تم بھی رویا کرو، اگر رونا نہ آئے تو تکلفاً ہی سہی مگر رو۔(مختصر قيام الليل وقيام رمضان وكتاب الوتر لمحمد بن نصر المروزي،باب البكاء عند)

مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ایک آنسو رونا میرے نزدیک ہزار دینار صدقہ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(سابقہ حوالہ)

سیدنا طاوس رحمۃ اللہ علیہ نے کعبۃ اللہ کے طواف کے دوران روئے، جس پر سیدنا عمرو بن دینار کو بڑا تعجب ہوا، وجہ دریافت کی، تو فرمایا: اس گھر کے رب کی قسم! بے شک یہ چاند اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے جب کہ اس کا کوئی گناہ نہیں،(یعنی تب تو مجھے بدرجۂ اولی رونا چاہیے، کیونکہ انسان غلطیوں کا مجسم رہتا ہے)۔(الدر المنثور من التفسير بالمأثور، تفسير سورة الحج: 18)

مومن خوف اور امید کے درمیان

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

”مومن کے لیے خوف اور امید ایک (ساتھ) رہنی چاہیے، کیونکہ جب کبھی ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے پر غالب آجائے گا، تو مؤمن کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

خوف کے غالب آنے کی وجہ سے مؤمن مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اور امید کے غالب آنے کی وجہ سے اللہ کے مکر سے بے خوف ہو جاتا ہے اور اس مسئلے میں فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی یہی ہے۔

(المستدرک علی مجموع الفتاوی،السلوک،الخوف والرجاء...)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

”سلف صالحین نے صحت مندی کی حالت میں اُمید پر خوف کو غالب رکھنا پسند کیا اور دنیا سے رحلت کے وقت خوف پر اُمید کو غالب رکھنا پسند کیا۔“

اور کسی نے کہا کہ امید اور خوف کا اعتدال کے ساتھ رہنا اور محبت کا غالب آنا بہت بہتر ہے، کیونکہ محبت سواری کی طرح ہے، امید اسے پیچھے سے ہانکنے والی ہے، خوف اسے (آگے سے) قابو میں رکھنے والا ہے، اور اللہ ہی اپنے فضل وکرم سے اسے منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے۔(مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، فصل منزلة الإشفاق)

صرف عمل ساتھ جاتا ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

«يَتْبَعُ المَيِّتَ ثَلاَثَةٌ ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى مَعَهُ وَاحِدٌ : يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ»

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”تین چیزیں میت کے پیچھے جاتی ہیں۔ دو (قبرستان سے) واپس آجاتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کے پیچھے اس کے گھر والے، مال و دولت اور اعمال جاتے ہیں۔ گھر والے اور مال و دولت واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔“

(صحیح بخاری:6514)

امام عبد اللہ بن عون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”نیک عمل کی کثرت سے دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ یہ نیک عمل قبول ہوئے کہ نہیں۔۔۔

اپنے گناہوں پر مطمئن نہ ہو۔ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ وہ معاف ہوئے یا نہیں۔۔

تمہاری ساری زندگی کا عمل تمہارے لئے غیب کی مانند ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔

وہ علیین میں رکھا جائے گا یا سجین میں۔

(التوبہ از ابن ابی الدنیا:1/73)

23/مارچ 1987ء پاکستان کی تاریخ کا سیاہ دن تھا جس دن مینار پاکستان کے پہلو میں قلعہ لچھمن سنگھ میں ایک دینی اجتماع میں طاقتور بم پھٹا اور عالم اسلام کے بے مثال خطیب علامہ احسان الٰہی ظہیر اور مولانا حبیب الرحمن یزدانی اپنے 10 بے گناہ ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش فرما گئے تھے۔ علامہ صاحب پاکستان کی ایک بے مثال نمایاں دینی و سیاسی شخصیت تھے ۔ سیاسی و دینی حلقوں میں انہیں یک وقت پذیرائی حاصل تھی ۔ تمام مکاتب فکر کے اکابر کے ساتھ ان کی بے تکلف دوستی تھی۔ ان کی وفات پر ایک زمانہ بیت گیا لیکن ان کی خطابت کی گونج آج بھی فضاؤں میں رچی بسی ہے ۔ برصغیر میں تحریک آزادی نے بڑے بڑے جغادری خطیب پیدا کیے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے نام سے کون ناواقف ہے۔ لیکن بلا مبالغہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے پائے کا کوئی خطیب برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی خطابت نہ صرف برصغیر کی تاریخ میں بے مثال تھی بلکہ وہ عربی زبان میں بھی اسی روانگی اور سلاست کے ساتھ خطابت کرتے تھے کہ اہل زبان کو بھی رشک آتا تھا۔ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران انہیں مسجد نبوی میں درس کا حلقہ ملا تو عربی زبان کے بڑے بڑے خطیبوں نے مانا کہ اس طرح کی طلاقت لسانی اور قدرت بیانی تو اہل زبان کو بھی حاصل نہیں ہے۔ سابق عراقی صدر صدام حسین کی موجودگی میں علامہ احسان الٰہی نے جو بے مثال تقریر کی تھی اس نے صدام حسین جیسے سخت گیر انسان پر بھی رقت طاری کردی تھی ۔ 1978 میں کراچی میں اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں علامہ صاحب نے عربی میں فی البدیہہ ایسی موثر تقریر کی کہ تمام عرب وزراء بھی انگشت بدنداں رہ گئے ۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم بھی اس میں موجود تھے انہوں نے علامہ صاحب کا ماتھا چوما اور کہا کہ پاکستان کیلئے یہی فخر کیا کم ہے کہ ہم میں علامہ احسان الٰہی جیسا سپوت موجود ہے ۔ بعد میں جنرل ضیاء الحق نے آپ کو حکومت میں شامل کرنے کی کئی دفعہ کوشش کی لیکن یہ شاہین کسی طرح زیر دام نہ آیا۔ آغا شورش کاشمیری جو خود بھی بلند پایہ خطیب وادیب تھے ان کے بقول خطابت کی تمام خوبیاں (وجاہت، شجاعت، طلاقت لسانی، قادر الکلامی، مدلل گفتگو اور بلند آہنگی) صرف علامہ صاحب کے اندر موجود ہیں اور آغا صاحب کی نیاز مندی اس وقت سے تھی جب علامہ صاحب نے مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد اقبال پارک میں پہلا عید کا خطبہ دیا اور حکومت کی متشددانہ کاروائیوں کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔

بقول کسے سیالکوٹ کی مردم خیز سرزمین نے بڑے بڑے لوگ پیدا کیے لیکن علامہ کالقب دو ہی شخصیتوں پر جچتا ہے۔ ایک علامہ محمد اقبال اور دوسرے علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ علامہ صاحب کے والد حاجی ظہور الٰہی ایک کامل ولی انسان تھے، نہایت پاکباز اور متبع شریعت ۔ جنہوں نے اپنے اس بیٹے کو بڑے لاڈ پیار سے بڑا کیا ان کے بچپن کے تمام ناز اٹھا کر انہیں ایک اعلیٰ منصب پر پہنچنے کیلئے ماحول فراہم کیا۔ علامہ صاحب میں بچپن ہی سے کچھ کر گزرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ انہوں نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ اور پھر مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب سے علوم اسلامیہ میں کامل دسترس حاصل کی۔ اسی دوران میں ان کی شادی شیخ الحدیث حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی کی صاحبزادی سے ہوگئی جو خود بھی عالمہ فاضلہ اور قرآن کریم کی حافظہ تھیں۔ مدینہ یونیورسٹی تعلیم کے دوران علامہ صاحب نے فرق وادیان کے مشکل سبجیکٹ کو اختیار کرکے اس میں مکمل رسوخ حاصل کیا اور پھر انہوں نے شہرہ آفاق کتابیں لکھ کر فرق باطلہ قادیانیت رفض و تشیع کے تاروپود بکھیرے۔ جب قادیانیت کے موضوع پر آپ نے کتاب لکھی تو پبلشر نے کہا اتنی بلند پایہ کتاب ایک متعلم مدینہ یونیورسٹی کے نام سے چھپے، بات کچھ جچتی نہیں ہے۔ یونیورسٹی کے چانسلر الشیخ ابن بازؒ کے سامنے مسئلہ رکھا گیا تو انہوں نے ٹائٹل پر فاضل مدینہ یونیورسٹی لکھنے کی اجازت دیدی۔ علامہ احسان الٰہی نے کہا ایک طالبعلم کو فاضل مدینہ یونیورسٹی لکھنے کی اجازت تو دیدی لیکن اگر یہ طالب علم اگلے امتحان میں فیل ہوگیا تو؟ شیخ محترم نے جواب دیا تب میں یونیورسٹی ہی بند کروں گا۔

چینیانوالی مسجد میں تقرری

مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے اسی زمانے میں علامہ صاحب نے لاہور میں قیام اختیار کیا اور تاریخی مسجد چینیانوالی میں خطابت کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس مسجد کا تعلق شاہ اسماعیل شہید کی تحریک مجاہدین کے ساتھ تھا اس لیے یہاں بڑے بڑے جغادری خطیب فریضہ خطابت سرانجام دیتے رہے۔ مثلاً

مولانا سید داؤد غزنوی کہ برصغیر کی تاریخ میں ایک بلند پایہ نام ہے ۔ چونکہ یہ مسجد رنگ محل کی ایک چھوٹی سی گلی کوچہ چابک سواراں میں ہے۔ اس لیے نماز عید اقبال پارک کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں ادا کی جاتی ہے۔ اندرون لاہور کی بیشتر آبادی یہیں نماز عید ادا کرتی تھی حتی کہ مشہور ولی اللہ مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوریؒ بھی ساری زندگی یہیں مولانا داود غزنویؒ کی اقتدا میں نماز عید ادا کرتے رہے۔ سید غزنوی کی وفات 1963 میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک چینیانوالی مسجد کو کوئی ایسا بلند آہنگ خطیب نہیں ملا تھا اور نہ ہی سید داود غزنوی جیسی قدآور شخصیت کے بعد کوئی ہستی اس معیار پر پورا اترتی تھی ۔ علامہ احسان الٰہی کی بطور خطیب تقرری سے یہ خلا پر ہوتا نظر آیا۔ یہ وہ دور ہے جب سقوط مشرقی پاکستان کا زخم ابھی تازہ ہی تھا۔ اپنی تقرری کے فوراً بعد علامہ صاحب نے پہلا خطبہ عید اقبال

پارک میں دیا تو اجتماع میں قافلہ آزادی کے بطل حریت، نامور ادیب و خطیب مدیر چٹان آغا شورش کاشمیریؒ بھی موجود تھے۔انہوں نے کہا احسان الٰہی اگر آج کے بعد تم خطبہ دینا بند بھی کر دو تو صف اول کے نامور خطباء کی فہرست میں تمہارا نام شامل ہی رہے گا۔ اس کے بعد تازندگی آغا صاحب اور علامہ صاحب کی رفاقت رہی۔ خطابت کے ساتھ ساتھ علامہ صاحب کو مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ الاعتصام جس کے مالک ومسئول شیخ الحدیث علامہ محمد عطاء اللہ حنیفؒ تھے، اس ہفت روزہ کا مدیر بھی بنادیا گیا۔ علامہ صاحب کے انقلابی اداریوں نے حکومتی ایوانوں میں ہلچل پیدا کردی۔ جماعت کو بھی ایک نئے آہنگ والے مدیر مل گیا۔ آپ نے اپنا ماہنامہ ترجمان الحدیث کا ڈیکلریشن بھی منظور کرالیاجو اب تک جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی زیر نگرانی نکل رہاہے۔ جماعتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ نے سیاسی طور پر اپنی راہ ورسم خوب بڑھالی۔ نوبزادہ نصر اللہ خان مرحوم کے ساتھ علامہ صاحب کے نیازمندانہ تعلقات تاحیات رہے۔ نتیجے میں آپ کو قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ بھٹو دور میں ایوب خانی دہشت و وحشت کے منحوس اثرات پاکستان پر پوری طرح نمایاں تھے۔ یعنی مخالفین کو فکس اپ کرنے کی جابرانہ سوچ۔ پنجاب میں غلام مصطفیٰ کھر کی گورنری کا طوطی بولتا تھا۔ وفاقی وصوبائی بزرجمہروں کی غیر جمہوری اقدار کے خلاف جو موثر احتجاجی آوازیں نمایاں تھیں ان میں آغا شورش کاشمیری کا نام تو خیر پہلے ہی موجود تھا۔ دوسرا نام اسی نوجوان خطیب کا تھا جسے دنیا علامہ احسان الٰہی ظہیر کے نام سے جانتی ہے۔ آغا صاحب اور علامہ صاحب دونوں ہی بلند پایہ خطیب تھے جہاں جاتے، شعلہ بیانی سے ہلچل پیدا کر دیتے۔ آغا شورش کاشمیری کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے مگر ہر دفعہ وہ حکومت کو جل دے کر کامیابی سے نکل جاتے۔ لاہور ائیر پورٹ پر آغا شورش مرحوم اور علامہ احسان الٰہی ملتان تقریر کیلئے جارہے تھے کہ پولیس نے اچانک چھاپہ مار کر آغا صاحب کو گرفتار کرلیا اور علامہ صاحب کو جانے دیا۔ علامہ صاحب نے ملتان پہنچ کر زبردست تقریر کی۔ جہاں وہ ملتان کی تاریخ کا انوکھا باب تھا وہاں اس تقریر کی شعلہ بیانی نے پورے ملک میں آگ بھڑکادی۔ جس کے نتیجہ میں حکومت کو آغا شورش مرحوم کو رہا کرنا پڑا۔ آغا شورش کاشمیری اپنے ہر خطاب سے پہلے علامہ صاحب کا بڑا شاہکار تعارف کروایا کرتے تھے کہ اس نوجوان کی خطابت کے کیا کہنے اردو ان کے گھر کی لونڈی ہے۔ عربی ان کی جیب کی گھڑی ہے۔ فارسی ان کے ہاتھ کی چھڑی ہے۔

قادیانیت کا تعاقب

علامہ احسان الٰہیؒ قادیانیت کی مکروہ تاریخ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے انہوں نے بالکل نوجوانی کی عمر اور مدینہ یونیورسٹی میں دوران تعلیم سب سے پہلے رد قادیانیت کے موضوع پر مدلل کتاب لکھی تھی۔ 1974 میں نشتر کالج ملتان کے طلباء پر ربوہ اسٹیشن پر قادیانیوں کے تشدد کی وجہ سے پورے ملک میں قادیانی مخالفت تحریک شروع ہوگئی اور 1953 کی تحریک کی جو چنگاری دبی ہوئی تھی وہ پھر بھڑک اٹھی۔ حکومت نے اسے روکنے اور ٹالنے کی پوری کوشش کی لیکن تحریک بہت پرزور ہوچکی تھی۔ مولنا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا شاہ احمد نورانی، نوابزادہ نصر اللہ خان، علامہ احسان الٰہی ظہیر، اور سید مظفر علی شمسی صف اول کے قائدین تھے۔ مجلس عمل کے قائدین کی بے پناہ دینی وسیاسی بصیرت نے تحریک کو تشدد سے بچائے رکھا اس اتحاد و یکجہتی کی وجہ سے حکومت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئی اور 7/ستمبر 1974 کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا تاریخی قانون پاس کر دیا۔ اس تاریخی دن سے تین روز پہلے بادشاہی مسجد لاہور میں تحریک ختم نبوت کے تمام قائدین کا مشترکہ اجتماع ہوا۔ عوام کا ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دھیمے دھیمے لہجے میں تقریر کر رہے تھے کہ مولانا مفتی محمود صاحب کی تشریف آوری ہوئی نوجوانوں کے جذبات قابو سے باہر ہوگئے۔ ایسے میں کچھ شرپسند عناصر نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہنگامہ کردیا سارا مجمع کھڑا ہوگیا اور شوروشرابہ حدوں سے بڑھنے لگا۔ بڑے بڑے قائدین نے مائیک پر آکر ہنگامہ ختم کرنے کی اپیلیں کیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ایسے میں علامہ احسان الٰہی ظہیر نے مائیک سنبھالا اور چند منٹ کے اندر اندر اتنے بڑے مجمع پر خاموشی کی چادر تن گئی۔ ورنہ وہ آخری اجتماع تھا اگر وہ ناکام ہوجاتا تو تحریک کی کامیابی مشکوک ہوجاتی۔ چنیوٹ میں مشترکہ مجلس ختم نبوت کا سالانہ اجتماع ہوا کرتا تھا۔ تیسرے دن کا اجتماع تو بہت اہم ہوتا، جس میں ملک بھر سے لوگ پہنچتے۔ رات کے سیشن میں تمام مکاتب فکر کے نامور علماء کی تقاریر ہوتیں۔ علامہ احسان الٰہی کی تقریر سب پر سبقت لے جاتی۔

تحریک نظام مصطفیٰ

1977 کی تحریک جو بھٹو دھاندلی کے خلاف چلائی گئی تھی، جسے بعد میں تحریک نظام مصطفیٰ کا نام دیدیا گیا۔ اس تحریک میں بھی علامہ صاحب صف اول کے قائدین میں شمار ہوتے تھے۔ اگرچہ آپ قصور کے حلقہ این اے140 سے قومی اتحاد کے امیدوار تھے لیکن ان کی خطابت کی ضرورت ہر بڑے اجتماع میں ہوتی تھی۔ آپ جہاں بھی جاتے سامعین پر دیوانگی طاری کردیتے۔ اس دور میں علامہ صاحب کی دلیری، بے خوفی اور شجاعت ایک مثال بنی ہوئی تھی 4اپریل کو لاہور پولیس نے لوہاری مسجد میں علمائے دین پر تشدد کی جو شرمناک مظاہرہ کیا اس کے جواب میں علامہ صاحب نے جس شجاعت کے ساتھ جلوس کی قیادت کی اور پولیس کی لگائی گئی حدود کو توڑ کر جلسے کو منطقی انجام تک پہنچایا وہ آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کی بین دلیل تھی۔ چونکہ آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا عمومی ہدف برسراقتدار طبقہ ہوتا تھا اس لیے آپ پر دن رات کیس بنائے جاتے۔ تب آپ نے ائیر مارشل اصغر خان کی تحریک استقلال میں سیاسی مجبوریوں کی خاطر شمولیت کرلی۔ انہیں فوراً تحریک استقلال کا سیکرٹری اطلاعات بنادیا گیا۔ مگر جب ائیر مارشل اصغر خان نے قومی اتحاد سے علیحدگی اختیار کرلی تو آپکو بھی تحریک استقلال چھوڑنا پڑی۔

جماعت کی تنظیم نو

تحریک استقلال سے علیحدگی کے بعد آپ نے اپنی مذہبی جماعت کی شیرازہ بندی کا بیڑہ اٹھایا۔ اور چند ہی سالوں میں جمعیت اہل حدیث پاکستان کے نام سے ایک مؤثر تنظیم قائم کرلی۔ اس کے ساتھ ساتھ علامہ احسان الٰہی نے تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا۔

فرق باطلہ کے رد میں آپ کی بیسیوں تصانیف براہ راست عربی زبان میں نہایت مدلل اور سلجھے انداز میں لکھی گئی تھیں۔ دنیا میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں وہ تصانیف ان تک پہنچائی گئیں۔ اس طرح مسلمانان عالم کو ان فتنہ گروں کا اصلی رخ دیکھنے کو ملا ورنہ بے شمار ایسے مسلمان تھے جو قادیانیوں کو مسلمان جماعت سمجھتے تھے۔ آج بھی یہ فتنہ افریقی ممالک میں اسلام ہی کے نام سے اپنا ناپاک وجود برقرار رکھنے میں کوشاں ہے۔ علامہ صاحب کی تصانیف نے ان کا اور دیگر باطل فرقوں کے حقیقی روپ پیش کیا۔

علامہ احسان الٰہی کی جماعت دراصل تبلیغ اسلام کی ایک اصلاحی تحریک تھی جسے آگے بڑھنے کیلئے ایک بڑے مرکز کی ضرورت تھی تب آپ نے لاہور کے ایک پوش اور مہنگے علاقے لارنس روڈ پر کئی کنال جگہ خرید لی۔ خود اپنی گرہ سے بھی خطیر رقم بطور عطیہ دی۔ جہاں فوری طور پر تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیاں شروع کردیں۔ نوجوانوں کو اہل حدیث یوتھ فورس کے نام سے منظم کیا اور پورے ملک میں آپ کی آواز گونجنے لگ گئی۔ علامہ صاحب نے اسی عرصے میں پورے ملک میں بڑے بڑے اجتماعات کرنے کا پروگرام بنایا۔ گوجرانوالہ، قصور میں لاکھوں کے اجتماعات منعقد ہوئے۔ مارچ 1987ء میں چینیانوالی کی تاریخی مسجد میں 20 سالہ خطابت کے بعد آپ نے مناسب جانا کہ آئندہ جمعہ کا خطبہ بھی مرکز لارنس روڈ پر دیا جائے گا چنانچہ آپ نے اعلان کیا کہ اگلا جمعہ وہیں ہوگا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ اگلے جمعہ سے پہلے ہی جان لیوا حادثہ پیش آگیا۔ اتفاق دیکھئے کہ ان سطور کا راقم بھی علامہ صاحب کی دعوت پر چینیانوالی مسجد میں موجود تھا۔ بعد میں علامہ صاحب نے گوجرانولہ شیرانوالہ باغ میں منعقدہ جلسہ میں ساتھ چلنے کی دعوت دی۔

23 مارچ کا سانحہ

23 مارچ 1987 یوم پاکستان کے موقع پر ایک نئی تاریخ رقم ہوئی جو مینار پاکستان کے پہلو میں واقع آبادی قلعہ لچھمن سنگھ میں ایک ہولناک بم دھماکا ہوا اور عالم اسلام کی یہ نامور شخصیت اپنے دس ساتھیوں سمیت خاک وخون میں نہا گئی۔ یہ اتنا قبیح سانحہ تھا کہ پوری دنیا میں اس کا دکھ محسوس کیا گیا۔ کوئی چھوٹا بڑا انسان ایسا نہ تھا جس نے افسوس کا اظہار نہ کیا ہو۔ چند دن میو ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد والی حرمین شریفین کی خصوصی ہدایات پر آپ کو علاج کیلئے ریاض لیجایا گیا۔ وہاں بھی کچھ دن زیر علاج رہے لیکن بم کا زہر پورے جسم میں پھیل چکا تھا آخر وہ وقت اجل آگیا جو ہر ذی نفس کا مقدر ہے اور آپ نے داعی اجل کی دعوت پر لبیک کہی۔ وفات کی خبر آنافاناً ساری دنیا میں پھیل گئی۔ ریاض میں جنازہ ہوا پھر وہاں سے آپ کے جسد خاکی کو مدینہ منورہ لایا گیا جہاں حرم مدنی میں آپ کی دوبارہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنت البقیع کے اس حصے میں سپرد خاک کردیا گیا یعنی امام مدینہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ ساڑھے تیرہ سو سال سے آسودہ خاک ہیں۔ اور جہاں برسہابرس سے کسی کو دفن ہونے کی سعادت نہیں ملی۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

پاکستان میں جمعیت اہل حدیث کی طرف سے لاہور کے ناصر باغ میں نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا پورے ملک سے سیاسی ومذہبی قائدین سمیت ہزاروں فرزندان توحید نے شرکت کی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ آف گوجرانولہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور یہی اجتماع احتجاجی جلوس میں تبدیل ہوکر مال روڈ کی طرف چل نکلا جسے چند شرپسند عناصر نے گورنر ہاؤس تک نہ پہنچنے دیا۔ یوتھ فورس کے نوجوانوں پر حکومت نے کیس ڈالدیے یوں وہ کئی سال تک تاریخیں بھگتتے رہے۔ علامہ صاحب کو جو سات آٹھ ماہ ملے انہوں نے بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا ان سب میں ایک ہی پیغام دیا کہ آئندہ صدی اسلام کی صدی ہے۔ شرک وخرافات کی بجائے توحید وسنت کی سمجھ بوجھ کی صدی ہے۔ لوگ دین حق کو اس کے صحیح وژن سے جان پائیں گے۔ علامہ صاحب کی یہ پیشگوئی سچ ثابت ہوئی اور قرآن وسنت کے اتباع کی عالمی تحریک کے اسباب پیدا ہوگئے۔ دوسری طرف عالم عرب میں الشیخ محدث ناصر الدین الالبانی نے احادیث وروایات کی چھان پھٹک سے نوجوانان اسلام کے اندر اپنے دین کی صحیح صحیح روایات پر عمل کرنے کی لہر پیدا کردی اور اس کا یہی پیغام ہے کہ

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

23/ مارچ قلعہ لچھمن سنگھ میں ہونے والے بم دھماکے کے نتیجے میں جہاں عالم اسلام میں دعوت اسلام پھیلنے کی راہ ہموار ہوئی وہاں علامہ احسان الٰہی ظہیر، علامہ یزدانی کی شہادت مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے درمیان یکجہتی کا سبب بھی بنی۔ پورے ملک کے دینی اکابرین نے نہ صرف ان مرحومین کے جنازوں میں شرکت کی بلکہ مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم کو علامہ یزدانی کی تدفین کے وقت کامونکی کے قبرستان میں اتنا افسردہ اور غمزدہ دیکھا گیا کہ وہ شدت غم سے بات بھی نہ کرپا رہے تھے۔ خاص طور پر علامہ احسان الٰہی ظہیر کا سفر آخرت بہت سی مسلکی رواداری کا سبب بنا، جس نے بھی یہ سوچا کہ لاہور میں بم چلا، ریاض میں علاج شروع ہوا، وہیں انہوں نے جان جان آفرین کے سپرد کی لیکن نماز جنازہ مسجد نبوی میں ہوتی ہے اور تدفین جنت البقیع میں سیدنا امام مالک کے پہلو میں ہوتی ہے، یہی تو عشق رسالت کی دلیل ہے۔ اس لحاظ سے پوری تاریخ میں ایک بھی مثال نہیں ملتی۔ اس پہلو غور کرنے والوں کو یہ بات سمجھ آگئی کہ توحید وسنت کے داعی ہی سچے عاشقان نبیؐ میں ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ بے بنیاد ہے۔ اس سے سوچ میں وسعت پیدا ہوئی اور کلمہ گو لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب ہونے کا موقع ملا۔ سچ ہے علامہ احسان الٰہی ظہیر کی زندگی بھی دین کی ترقی وترویج کیلئے وقف رہی اور ان کی موت بھی ایک جہان کیلئے نوید حیات ثابت ہوئی۔

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ﴾

علامہ صاحب کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا وہ آج تک پر نہیں ہوا کیونکہ بقول مختار مسعود اس طرح کی شخصیتیں کسی قوم کو انعام اور تحفے کو طور پر دی جاتی ہیں اور جب خدا ناراض ہوجائے تو اپنی نعمت واپس لے لیتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی رہی
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

☆☆☆

عمدۃ الاحکام کی کتاب الطہارت: غسل جنابت کے متعلق

حدیث نمبر:28

عنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه «أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَهُ فِي بعْضِ طُرُقِ المدينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ، قَالَ: فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ، فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمّ جِئْتُ، فَقَالَ: أَيْنَ كُنْتَ يا أَبا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: كُنْتُ جُنُباً فَكَرِهْتُ أَنْ أُجالِسَكَ وَأَنَا عَلَى غَيْرِ طَهارَةٍ، فَقَالَ: سُبْحانَ اللهِ، إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ»

[رواه البخاري، كتاب الغسل، باب عرق الجنب، وأن المسلم لا ينجس، برقم 283، فهي رقم 285، ومسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على أن المسلم لا ينجس، برقم 371]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان سے مدینہ شریف کے ایک راستے میں ملے اور یہ جنبی تھے فرمایا کہ میں آپ کے پاس سے چھپ کر کھسک گیا، غسل کیا پھر آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ابوہریرہ تم کہاں تھے؟" عرض کی میں جنبی تھا، میں نے ناپسند کیا کہ میں آپ کے پاس حالت طہارت کے علاوہ بیٹھوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سبحان اللہ مومن پلید نہیں ہوتا" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: انْخَنَسْتُ: پیچھے ہٹا، کھسکا، آنکھ بچا کر نکلا۔

2: كُنْتُ جُنُباً: میں جنبی تھا

3: لَا يَنْجُسُ: پلید نہیں ہوتا۔

4: سُبْحانَ اللهِ: اللہ پاک ہے یہ جملہ تعجب کے وقت بولا جاتا ہے۔

حدیث سے حاصل ہونے والے بعض مسائل و احکام

1۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طہارت و پاکیزگی کا بہت زیادہ اہتمام کرتے اور یہی شعار اہل ایمان کا ہے۔

2۔ وضوء اور غسل کے لیے طہارت کا لفظ معنوی طور پر ہے۔ بے وضوء اور جس شخص پر غسل فرض ہو اس کو پلید نہیں کہا جا سکتا ہے اور نہ وہ پلید ہے۔

3۔ طہارت کا لفظ جامع ہے یہ بعض دفعہ نجس کے مقابل استعمال ہوتا ہے اور بعض دفعہ بے وضوء یا اس شخص پر بولا جاتا ہے جس پر غسل فرض ہو۔

4۔ مومن کسی حالت میں بھی نجس نہیں ہوتا البتہ اگر کوئی پلید چیز اس کے جسم کو لگ جائے اس کا ازالہ ضروری ہے جنبی ہونے کی صورت میں نماز کے لئے تو غسل واجب ہے البتہ حالت جنابت میں باقی زندگی کے امور سر انجام دینا مثلاً ملاقات، کھانے پینے، ذکر واذکار وغیرہ میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے

5۔ جنابت کے غسل کو جلدی کرنا افضل ہے۔

6۔ اہل علم و فضل اور بزرگوں کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا اسلامی اخلاق کا حصہ ہے۔ اور ایسی محفل میں باوضوء بیٹھنا افضل ہے۔

7۔ ضرورت کے وقت اپنے فہم کے مطابق اجتہاد کرنے کا جواز جیسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ مگر اپنے فہم و اجتہاد کے مخالف واضح دلیل آجانے کے بعد فہم و اجتہاد کو چھوڑ کر دلیل کی پیروی کرنا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا۔

8۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عالم غیب نہ ہونے کا ثبوت۔ اگر نبی ﷺ کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے جانے کا پہلے سے علم ہوتا تو آپ ان کو روک لیتے اور اسی طرح اگر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوتا کہ ملاقات وغیرہ کے لیے غسل یا وضو شرط یا فرض نہیں ہے، تو آپ کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی محفل کو اس مذکورہ وجہ سے نہ چھوڑتے۔

9۔ اس طرح کی محفل و مجلس سے اٹھنا ہو تو اجازت لینا افضل ہے۔

10۔ تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا سنت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث نمبر:29

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: "كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اغْتَسَلَ، ثُمَّ يُخَلِّلُ بِيَدَيْهِ شَعْرَهُ، حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوَى بَشَرَتَهُ، أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ، وَكَانَتْ تَقُولُ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، نَغْتَرِفُ مِنْهُ جَمِيعاً".

(رواه البخاری، كتاب الغسل، باب تخليل الشعر، حتى إذا ظن أنه قد أروى بشرته أفاض عليه، برقم 272273، ومسلم، كتاب الحيض، باب صفة غسل الجنابة، برقم 316، ومسلم، كتاب الحيض، باب القدر المستحب من الماء في

غسل الجنابة، وغسل الرجل والمرأة في إناء واحد في حالة واحدة، وغسل أحدهما بفضل الآخر، برقم 321)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کا غسل فرماتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر نماز کے وضو کی طرح کا وضو کرتے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بالوں میں خلال کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کو یقین ہو جاتا کہ آپ نے اپنی جلد کو پانی سے تر کر دیا ہے تو اپنے اوپر تین مرتبہ پانی انڈیلتے پھر اپنا سارا جسم دھوتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے نہاتے ہم اس برتن سے ایک ساتھ چلو بھرتے۔“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

مفردات الحدیث:

1: إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ: جب غسل جنابت کا ارادہ کرتے۔

2: يُخَلِّلُ بِيَدَيْهِ شَعْرَهُ: اپنے ہاتھوں سے بالوں میں خلال کرتے۔

3: إِذَا ظَنَّ: غالب رجحان، یقین ہو جاتا۔

4: أَفَاضَ عَلَيْهِ: اپنے اوپر انڈیلتے، بہاتے۔

5: أَرْوَى بَشَرَتَهُ: اپنی جلد تر کر لی ہے۔ سیراب کر لی ہے۔

6: سَائِرَ جَسَدِهِ: اپنا پورا جسم۔

حدیث سے حاصل ہونے والے بعض مسائل واحکام

1: غسل جنابت ضروری ہے خواہ جنابت کا سبب انزال منی ہو یا خلوت کاملہ۔

2: غسل جنابت میں پہلے ہاتھ دھوئے جائیں، پھر نماز کی طرح کا وضو کیا جائے، پھر بالوں میں خلال کیا جائے اور پھر باقی سارے بدن کو دھویا جائے۔

3: وہ برتن جس کو پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے استعمال ہونا ہے اس کا پہلے پاک و صاف کرنا ضروری ہے جیسے غسل شروع کرنے سے پہلے ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے۔ ابتدا میں ہاتھ دھونا ہاتھوں کی صفائی ستھرائی کو یقینی بنانے کے لیے ہے اس کے بعد وضوء کو شروع کرنا اور وضوء میں پہلا عضو چہرہ ہے اور چہرے کے بعد ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے اور وضوء میں ہاتھوں کی ابتدا انگلیوں کے پوروں سے لیکر کہنیوں سمیت ہے۔

4: میاں بیوی کا ایک ہی برتن سے اکٹھے غسل کرنا جائز ہے۔

5: غسل جنابت کے وقت ابتداء میں وضو کرتے وقت پاؤں نہ دھونا بلکہ غسل کے آخر میں دھونا بھی سنت ہے۔

6: رسول اللہ ﷺ کی ذاتی و نجی زندگی امت کے لیے ظاہر ہے اور یہ آپ کے خواص میں سے ہے۔ یہ اس لیے تاکہ امت آپ ﷺ کے عمل کے مطابق اپنے اعمال کر سکیں۔

7: رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل کا امت کے لیے شریعت ہونے کا ثبوت الا یہ کہ آپ کے کسی عمل کی تخصیص ثابت ہو۔

8: رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو تفصیل کے ساتھ اللہ نے محفوظ بنایا اور یہ بھی آپ ﷺ کے خواص میں سے ہے کیونکہ دنیا میں ایسا کوئی نہیں جس کی اس طرح زندگی محفوظ ملتی ہو۔

9: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ ﷺ کے ہر عمل کو بغور اور باریک بینی سے دیکھنا اور پھر اس کو اسی طرح بیان کر دینا تاکہ باقی امت آپ کے عمل کو مشعل راہ بنا سکے۔

10: خواتین کا معلمہ بننا (شریعت کی حدود و قیود کے ساتھ) درست ہے جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ تھیں۔ واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆

مولانا حفیظ اللہ کے بھائی محمد سمیع اللہ وفات پا گئے

مولانا حفیظ اللہ المدنی کو صدمہ تمام احباب اور علمائے کرام کی تعزیت اور دعائے خیر۔ مدیر مسؤل ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم ونائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی کے بڑے بھائی محمد سمیع اللہ خان مختصر علالت کے بعد حیدر آباد دکن میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم انتہائی خلیق اور باکردار شخص تھے، ان کے اچانک رخصت ہونے سے خاندان کو بڑا صدمہ ہوا ہے، مرحوم، زوجہ محترمہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑ گئے ہیں۔ امیر جمعیت مولانا محمد ابراہیم میرپوری، ناظم اعلیٰ حافظ حبیب الرحمٰن جہلمی، حافظ عبد الاعلیٰ درانی، مولانا شعیب احمد میرپوری، قاری عبد السلام عابد، حافظ عبد الودود، مولانا محمد عبد الہادی العمری، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری، قاری ذکاء اللہ سلیم، مولانا شفیق الرحمٰن شاہین، ڈاکٹر خرم بشیر آمین، ڈاکٹر صہیب حسن، عبد الرحمٰن قریشی، عابد محمود جنجوعہ، آصف زرگر، ڈاکٹر محمد شبیر چوہدری، برادر تفضل حسین، حاجی محمد شرافت رحمانی، حافظ محمد اشرف رحمانی، برادر عجائب خان، ڈاکٹر عبد الرب ثاقب اور برطانیہ اور بیرون برطانیہ سے بہت سے اقارب واحباب وعمری اور مدنی برادران نے مولانا المدنی سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ کریم مرحوم بھائی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل بخشے۔ آمین

21۔ کھل جا سم سم

اب یہ یاد نہیں کہ یہ اسی سال (1981ء) کی بات ہے یا کسی دوسرے سال کی۔ میں برمنگھم یونیورسٹی میں ایم اے بحیثیت پارٹ ٹائم طالب علم رجسٹرڈ ہو چکا تھا۔ چاہتا تھا کہ اپنے تحقیقی مقالہ کے لیے ایسے موضوع کا انتخاب کروں، جس میں حدیث پر مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا رد کیا جا سکے، لیکن سیلی اوک کالج کے ڈاکٹر ڈیوڈکر (جو بعد میں امریکہ سدھار گئے تھے) اور ڈاکٹر نیلسن (جن کا تعلق ڈنمارک سے تھا) سے تفصیلی ملاقات کے بعد ایسے کسی موضوع پر اتفاق نہ ہو سکا۔ پھر غور و فکر کے بعد ایک موضوع ہاتھ لگا، اور وہ یہ کہ سنن ابن ماجہ میں میں جن احادیث کو بربنائے اسانید نشانہ تنقید بنایا گیا ہے، ان کو موضوع بحث بنایا جائے اور بطور تمہید علم اصول حدیث یا مصطلح کا ایک مفصل تعارف بھی پیش کر دیا جائے۔ میں نے لندن کے اسکول آف اور نٹیل اینڈ افریکن سٹڈیز (SOAS) کی لائبریری کے اس حصے میں تھا، جو تیسری یا چوتھی منزل پر واقع ہے اور جس کی کھڑکیاں ایک مرکزی شاہراہ پر کھلتی ہیں۔

چونکہ 4 بجے مغرب کا وقت ہو جاتا ہے تو میں لائبریری ہال کے مرکزی کمرے سے چند سیڑھیاں اوپر چڑھ کر ایک بغلی کمرے میں داخل ہوا، جہاں نماز پڑھنے کی سہولت حاصل تھی۔ نماز کے بعد جب میں ہال میں واپس آیا تو بڑا تعجب ہوا کہ روشنیاں گل ہو چکی تھیں۔ میں لائبریری میں ایستادہ کتابوں کی الماریوں کے درمیان میں سے ہوتا ہوا ہال کے صدر دروازے تک پہنچا، تو دیکھا کہ دروازے کے دونوں گرانڈیل پٹ گلے مل چکے ہیں اور باہر کی طرف سے لوہے کی زنجیر میں بندھا قفل انہیں اگلی صبح تک کھولے جانے سے مانع ہے۔

اب یہ میری غلطی تھی کہ میں نے لائبریری کے بند ہو جانے کے اوقات پر دھیان نہیں دیا تھا اور چوکیدار کی یہ غفلت کہ اس نے ہال میں بیٹھے زائرین کو تو یقیناً باہر کی راہ دکھائی ہو گی لیکن وہ بغلی کمرے میں جھانکنے کا روادار نہ ہوا کہ جہاں میں سربسجود رہا تھا۔

یہ بات موبائل فون کی سہولت سے میسر آنے سے بہت پہلے کی ہے۔ اس لیے باہر کی دنیا سے رابطے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ کھڑکی سے جھانکا تو سردیوں کی شام ایک ویرانے کا پیغام لا رہی تھی۔ نیچے دور فٹ پاتھ پر اکا دکا شخص چلتا نظر آیا لیکن نہ میری آواز اس تک پہنچ سکتی تھی اور نہ ہی میں اس پوزیشن میں تھا کہ کسی کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا۔ میں نے صدر دروازے کو پیٹنا شروع کر دیا۔ دروازوں کو جھنجھوڑا، تپایا، کھٹکھٹایا اور بآواز بلند ہیلپ، ہیلپ کے نعرے بلند کرنا شروع کیے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرا عرصہ امتحان مختصر رہا۔ چوکیدار بالآخر دروازے تک پہنچ گیا۔ اس نے باہر سے پوچھا کہ تم اندر کیا کر رہے ہو؟

میں نے کہا: پہلے دروازہ تو کھولو پھر مجھ سے پوچھ گچھ کر لینا۔

یوں اس نے دروازہ کھولا اور پھر میری رام کہانی سننے کے بعد گویا ہوا کہ تمہیں لائبریری کے اوقات کا جاننا ضروری تھا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے گھر کی راہ لی۔

ہاں اگر چوکیدار نہ آتا تو سردیوں کی وہ رات میں لائبریری کے اس کھردرے فرش پر کیسے گذارتا، لیکن نہیں، ”اگر مگر“ شیطانی وسوسوں کا دروازہ ہے ("لَو" 'تفتح باب الشیطان')۔ اس لیے بہتر ہے کہ ”اگر“ کو جھٹک کر میں اپنے گوشۂ عافیت میں پناہ لے لوں۔

22۔ یورپ کا ایک بری و بحری سفر

یہ مارچ 1983ء کی بات ہے، دار الافتاء کی طرف سے ہالینڈ، جرمنی اور ڈنمارک کا ایک دعوتی اور مطالعاتی سفر مطلوب تھا۔ طے ہوا کہ اس سفر کے لیے میں اور برادرم محمود احمد میرپوری ہم دونوں مع اہل و عیال اپنی اپنی گاڑی میں براہِ برّ و بحر سفر کریں گے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس سال یورپ کے دو اسفار ہوئے اور دونوں میں برادرم محمود کا ساتھ رہا۔

ہم 30 مارچ کی ایک سہانی صبح کو ہاروچ کی بندر گاہ پر اپنی گاڑیوں کے ساتھ پہنچے، دونوں گاڑیوں کو جہاز کے ایک مخصوص حصے میں پارک کر دیا گیا اور ہم نے اپنی اپنی نشستوں کو سنبھال لیا۔

ایک عرصہ کے بعد بحری جہاز کے سفر کا لطف اٹھایا۔ بحر شمال کی ساکن موجوں سے اٹھکیلیاں کرتا ہمارا جہاز جسے مختصر آمد و رفت کی بنا پر فیری بھی کہا جاتا ہے، ہم چھ گھنٹوں میں 'ھک آف ہالینڈ' کی بندر گاہ پہنچ گئے۔

روٹرڈیم میں ایک دوست کے ہاں پڑاؤ ڈالا اور شام کو مغاربہ (یعنی الجزائر اور مراکش) کی مسجد کے امام سے ملاقات رہی اور اس کی خواہش پر میں نے اس کے لیے چند تعارفی کلمات بھی تحریر کیے۔

31/ مارچ: صبح سیر گاہی کے دیرینہ عمل کو برقرار رکھنے کے لیے ایک نہر کے ساتھ ساتھ چلتے گئے۔

ہالینڈ نہروں اور پن چکیوں کا ملک ہے، جابجا ان دونوں کے قرب سے محظوظ ہوا جا سکتا ہے۔

دو پہر کو ہم جرمنی کے قصد سے روانہ ہوئے، جلد ہی آخن جا پہنچے جہاں کے اسلامی مرکز کا تعارف اور مشاہدہ حاصل ہوا۔ ہمارا اگلا پڑاؤ ''ڈوسلڈرف'' کے قریب 'ویل برٹ' نام کی بستی میں برادر یاسین کے مرکز شباب میں جانا ہوا، جہاں نوجوانوں کے ایک گروپ سے ملاقات ہوئی۔ ان میں سے اکثر سیاسی پناہ گزین کی حیثیت رکھتے تھے۔

یکم اپریل: ہیمبرگ جاتے ہوئے 'ووپرٹال' سے گذرے جہاں 'معلق ٹرین' میں چالیس منٹ کا ایک تفریحی سفر پروگرام میں شامل تھا۔ 'معلق ٹرین' کا مطلب ہے کہ ریلوے یعنی پٹڑی اوپر ہے اور ٹرین کے ڈبے آہنی کنڈوں کے ساتھ ان کے نیچے لٹک رہے ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے کیبل کار، لیکن پوری ٹرین کا کیبل کار بن جانا ایک دوسرا سائنسی شاہکار ہے۔

ہمبرگ میں ایک مقامی نوجوان کے ہاں رات گذاری۔

2/اپریل: ایک اور مختصر بحری سفر ہمارا منتظر تھا۔ جرمنی اور ڈنمارک کے درمیان سمندری راستے کو طے کیا اور پھر کوپن ہیگن کی طرف رواں دواں ہو گئے، جہاں حاجی عبد اللہ ہمارے میزبان ٹھہرے۔ شام کو ام وہیب نے خواتین میں اور میں نے یہاں کے اسلامی مرکز میں عربوں کی ایک جماعت سے خطاب کیا۔

3/اپریل: ایک بڑے سنٹر میں اجتماع عام رکھا گیا تھا۔ میرے صاحبزادے اسامہ اور حاجی عبد اللہ کے صاحبزادے محمد شاہد نے قرآن کی تلاوت سے اجتماع کا آغاز کیا۔ میرے اور برادرم محمود کے خطابات ہوئے اور مغرب کے بعد 'نور گاسی' کی مسجد میں عربوں سے خطاب کا ایک دور سا موقع ملا۔

اگلے دو دن مختلف مساجد اور مراکز میں خطاب کا پروگرام رہا۔ رابطہ عالم اسلامی کے مکتب میں برادرم درمنجی سے ملاقات رہی جو اس وقت مدیر کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، پھر ترکوں کی مسجد میں نماز ظہر کے بعد کوپن ہیگن سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا۔ 5/اپریل کی شام کو 45 منٹ کے ایک اور بحری سفر کے بعد ڈنمارک کے ایک دوسرے بڑے شہر (ODENSE) کا قصد کر رہے تھے۔

یہاں بھی 2 دن قیام رہا، ترکوں کی مسجد ہی سے راہ ورسم رہی اور پھر 7/اپریل کی شام ہم (ESBERJ) کی بندرگاہ پہنچے جہاں DANA ANGLIA کا بحری جہاز ہمارا منتظر تھا۔

برطانیہ کی بندرگاہ HARWICH تک یہ کوئی 19 گھنٹے کا سفر تھا، جس میں رات بھر کا قیام شامل تھا۔ ہم نے اس پُرسکون سفر کا لطف اٹھایا اور بخیریت وعافیت پہنچنے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ ہمارے کل سفر میں کوئی 1100 میل گاڑی دوڑاتے ہوئے اور 530 میل سمندر کی موجوں پر سواری کرتے گذرا۔ ھاروچ پہنچتے ہی ہماری اور برادرم محمود کی راہیں جدا ہو گئیں، انہوں نے 'میڈ اسٹون' کا راستہ اپنایا اور ہم نے لندن کی راہ لی۔

برادرم محمود کی رفاقت نے اس سفر کو دلآویز بنا دیا۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

23۔ برلین کا ایک دعوتی سفر (10 نومبر تا 15 نومبر 1983ء)

امسال یہ دوسرا دعوتی سفر تھا، جس میں اس دفعہ برادرم محمود احمد میرپوری اور ڈاکٹر سید متولی الدرش کی معیت حاصل رہی۔ HANOVER تک ہوائی جہاز میں اور پھر اس کے بعد برادرم فاروق اور ان کے ساتھی کی معیت میں بذریعہ کار برلین کا رخ کیا۔ برلین تک پہنچنے کے لیے مشرقی جرمنی سے گذرنا لازمی تھا، اور اس مقصد کے لیے مغربی جرمنی والوں کے لیے ایک گذرگاہ مختص کر دی گئی تھی کہ جو انہیں سیدھا برلین پہنچا دے۔ سخت دھند کی وجہ سے یہ سفر سست روی کا شکار رہا۔

جرمنی میں ہمارے پرانے رفیق جناب عبد الرزاق اور ان کے بہنوئی عبد الحنان کے ہاں قیام کا بندوبست کیا جا چکا تھا۔

11/نومبر جمعہ کی مصروفیات میں برلین یونیورسٹی کے طلبہ کے مصلّی میں جمعہ کا خطبہ اور پھر ترکوں کی مسجد مولانا کی زیارت شامل تھی۔ شام کو بنگلور کے چند احباب نے عشائیہ کے بعد ایک تقریب کا اہتمام کر رکھا تھا، جس میں ہم تینوں حضرات نے حصہ لیا۔

اب آیئے کچھ دیوار برلین کا تذکرہ ہو جائے۔

میں اس سے قبل دیوار برلین کو ایک دفعہ دیکھ چکا تھا لیکن اپنے دونوں رفقا کے ساتھ کئی دوسرے مقامات پر ایک دفعہ پھر دیکھا۔

آج کا برلین 'دیوار برلن' کی وجہ سے ایک تاریخی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ 1945ء میں اتحایوں کے ہاتھوں سقوطِ برلن کے وقت یہ شہر بیس بلدیاتی اکائیوں پر مشتمل تھا، جس میں سے آٹھ روس، چھ امریکہ، چار برطانیہ اور دو فرانس کی تحویل میں تھیں۔ پوسٹڈیم کے معاہدہ کے تحت طے پایا تھا کہ برلن سے متعلق ہر فیصلہ چاروں کے اتفاق سے ہو گا لیکن امریکہ نے برطانیہ اور فرانس کے ساتھ اپنے مقبوضہ علاقہ کا اقتصادی نظام وضع کر کے روس کی ناراضگی مول لی۔ نتیجتاً روس کی طرف سے باقی تینوں اتحادیوں کے علاقہ کی اقتصادی ناکہ بندی کر دی گئی۔ جنگ کے عقب میں کچھ عرصہ اہل برلن پر ایسا بھی گزرا کہ سوائے فضائی راستے کے وہ باقی دنیا سے کٹ کر رہ گئے، مغربی برلن کا ایک ثانوی ایئرپورٹ غذا کی

درآمد کا واحد راستہ تھا جس سے یہ محصور لوگ جسم وجان کا رشتہ قائم رکھ سکے۔

1961ء تک مشرقی برلن کے مزدور مغربی حصہ میں آکر کام کر سکتے تھے لیکن روسیوں نے اپنے نظریہ کے استحکام کے لیے اور کچھ اہل مشرق کو مغرب کے افکار سے محفوظ رکھنے کے لیے برلن کی مستقل تقسیم کا فیصلہ کر لیا جو دیوار برلن کی شکل میں ایک ہی قوم کے مابین مصنوعی رکاوٹ کھڑی کرنے کا بہترین شاہکار ہے۔ یہ دیوار دریا کے پانی کی طرح شہر برلن کی آبادی کو کاٹتی چھانٹتی، بلکہ بعض علاقوں میں ایک ہی عمارت یا گرجا کو اس کے دالان سے محروم کرتی ہوئی، آڑی ترچھی 120 میل کی لمبائی میں پھیلی ہوئی ہے، اس دیوار کو پھلانگنے میں 1961ء سے اب تک کتنے ہی لوگ اپنی جان گنوا بیٹھے ہیں۔

برلن کے تاریخی مقامات کی سیاحت کے وقت ہم ہٹلر کے دور کی پارلیمنٹ سے متصل دیوار کے اس حصہ تک پہنچے، جہاں مشرقی برلن کی سمت سے بہتی ہوئی نہر کئی جرمنوں کے لیے رات کی تاریکی میں یا روسی فوجیوں کے لمحات تغافل میں راہ نجات بنتی رہی ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ دو ماہ قبل ہی تین جرمن زیر آب تیرتے ہوئے مغربی برلن کی طرف بڑھ رہے تھے۔ روسی پہرے داروں کی گشتی کشتی بہت تیزی سے ان کے تعاقب میں لپکی لیکن وہ اس وقت تک مغربی برلن کی حدود میں پہنچ چکے تھے اور معاہدہ کے مطابق نہ انہیں گولی کا نشانہ بنایا جا سکتا تھا اور نہ ہی گرفتار کیا جا سکتا تھا، اس طرف کئی سیاح ان کی مدد کو لپکے اور انہیں بحفاظت خشکی پر لے آئے۔

نہر کے کنارے دیوار کے ساتھ زمین پر چند تختیاں آویزاں ہیں، غالباً 10 یا 12 جن پر ان لوگوں کے نام لکھے گئے ہیں جو اس راستہ سے دیوار پھاندتے ہوئے روسیوں کی گولیوں کا نشانہ بنے۔

برلن کا مضافات قدرآور درختوں سے پٹا پڑا ہے جس میں جابجا سیر گاہیں بنائی گئی ہیں لیکن کیا یہ احساس کہ انسان جدھر کا بھی رخ کرے دیوار برلن اس کے سامنے موجود ہو گی، قفس میں مقید ایک پرندے کے احساسات سے مختلف ہو سکے گا؟

لیکن نہیں؟ اگر ایسا ہوتا تو مشرقی جرمنی کے طول وعرض سے جرمن مغربی برلن میں پناہ لینے کی کوشش کرتے نظر نہ آتے۔

برلن کے قابل دید مقامات میں ہٹلر کے زمانہ کی پارلیمنٹ بلڈنگ شامل ہے جو اب عجائب گھر کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ یہاں جرمنی کی تاریخ، تصاویر، مجسموں، آرٹ کے نمونوں اور دیگر انداز سے بیان کی گئی ہے۔ ایک جگہ ہٹلر کے زمانے میں یہود کی تضحیک پر مشتمل کارٹون دکھائے گئے ہیں۔ برلن کا آخری معرکہ اسی بلڈنگ کے نواح میں برپا گیا گیا جہاں ہزاروں جرمن کھیل رہے تھے۔

کرسمس کی مناسبت سے برلن کی ایک مرکزی شاہراہ کو مختلف روشنیوں کے امتزاج سے بقعہ نور بنایا گیا تھا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ محافظ عیسائیت برطانیہ میں کرسمس کے موقع پر لندن کی ریجنٹ سٹریٹ اور پکاڈلی کو جس طرح سجایا جاتا ہے برلن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

مشرقی برلین ایک دفعہ پہلے جا چکا ہوں۔ اب اپنے رفقاء سفر کے ساتھ اس گھاٹی کو ایک دفعہ پھر پار کیا۔ پانچ جرمن مارک کا نذرانہ بطور سرحد پار کرنے کے دیے اور 25 مارک کی حد تک ہمیں مقامی کرنسی بدلوانے کی اجازت دی گئی۔ ہم نے اس زیارت میں سائنس اکیڈمی، پبلک لائبریری اور یونیورسٹی کی لائبریری میں چند ساعتیں گذاریں۔ مقصود تھا کہ پچھلی زیارت میں جن مفقود مخطوطات کی تلاش تھی، شائد اس کا سرا کہیں سے مل جائے لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب ذرا پچھلی زیارت کا بھی کچھ تذکرہ ہو جائے۔

مغربی برلن کی لائبریری میں عربی کتب کی ایک کثیر تعداد موجود ہے، جس کی فہرست لندن میں نظر سے گزری تھی لیکن عرصہ ہوا مدینہ منورہ میں علم حدیث کے استاد شیخ حماد الانصاری کے توسط سے انتہائی نایاب مخطوطات پر مشتمل ایک فہرست ہاتھ آ گئی تھی جسے جنگ عظیم اول سے قبل ایک ہندوستانی زائر نے ترتیب دیا تھا۔ انہوں نے اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ یہ کتب شاہی کتب خانہ کے فلاں فلاں کمروں میں فلاں فلاں الماریوں میں رکھی گئی ہیں لیکن دو عظیم جنگوں کے بعد ان قیمتی شہ پاروں کا سراغ لگائے نہیں لگتا۔ ایک مصری زائر کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ کتب جنگ کے بعد پوسٹڈیم کے ذخیرہ نوادرات و ریکارڈز میں محفوظ کر دی گئی تھیں۔ ہماری پہنچ صرف مشرقی برلن کی موجودہ لائبریری تک ہو سکی، لیکن لائبریری کے کارپردازوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ بعد میں برادرم عبد الرزاق نے پوسٹڈیم کے متذکرہ ادارے پر بھی دستک دی لیکن جواب نفی میں ملا۔

اس فہرست میں تفسیر کی 24، حدیث کی 92، شرح حدیث کی 26، اسمائے رجال کی 30 اور تاریخ کی 22 نادر کتب درج ہیں۔

اس فہرست میں سے چند غیر مطبوعہ نوادرات کا ذکر اس مضمون کے آخر میں بطورِ ضمیمہ کیا گیا ہے۔ یہ عنوانات دیکھیے اور سر دھنیے کہ اتنے عظیم شاہکار مغرب کے ہاتھ کیسے آ گئے۔

ہو سکتا ہے کہ قارئین میں سے کوئی ہمت کے شناور اس بحر کے غوطہ زن رہے ہوں اور کاتب مضمون کی معلومات میں اضافہ کر سکیں۔ وہ نہ صرف علم کی اشاعت کا ثواب پائیں گے بلکہ امت مسلمہ پر ایک

عظیم احسان بھی کریں گے کہ صدیوں سے پردۂ نسیان میں مستوران نوادرات کو منظر عام پر لائیں گے۔

برادرم فاروق کے ساتھ برلین کی نابغہ روزگار ہستی جناب حسن الدین کا ایک مرتبہ پھر دیدار ہوا۔

جناب حسن الدین صاحب حیدر آباد کے ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ الیاس برنی مرحوم کے بھانجے، دیوار برلن کے اٹھتے ہی طلب علم کی خاطر برلن آئے تھے اور پھر ایسے یہاں کے ہوئے کہ دوبارہ ہندوستان جانے کا نام نہیں لیا۔ ربع صدی کا طویل عرصہ امریکن انتظامیہ سے اقامت کے حصول میں جدوجہد کرتے گزرا۔ بڑے بڑے عزائم رکھتے ہیں۔ 200 جلدوں میں سیرت پاک ﷺ پر انسائیکلوپیڈیا کے لیے برسوں سے مواد مہیا کر رہے ہیں جو اب ان کے رہائشی کمرے کے طول وعرض کو سمیٹتا نظر آتا ہے۔ 20 جلدوں پر مشتمل اسلامی آرٹ کے لیے مواد علیحدہ سے زیر ترتیب ہے۔

افسوس ہے کہ ایسی قابل قدر ہستی تغافل احباب کا شکار ہے۔ انگریزی، جرمن اور ٹرکش زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ شاید یہ سطور کسی علم دوست ادارے کے لیے دردمندی کے احساسات پیدا کریں۔

میں اپنی پچھلی زیارت کی روشنی میں مشرقی برلن کے بارے میں یہ تاثر رکھتا ہوں کہ معیار زندگی کے قابل محسوس تفاوت کے علاوہ وہاں کی دکانوں میں 'اشیاء کمالیات' کی کمی یقیناً ہے لیکن کھانے پینے کی اشیاء سستی ہیں۔ گو ایک بڑے اسٹور پر صرف روٹی کی خرید کے لیے لمبی لمبی قطاروں کا لگنا اچنبھے کا باعث ہوا۔ اس بات کا اندازہ یوں ہوا کہ اس اسٹور سے نکلنے والے اکثر لوگ اپنے تھیلوں میں صرف ڈبل روٹی یا انڈے وغیرہ خرید کر نکل رہے تھے۔ مچھلی کی ایک دکان پر یہ منظر بھی نظر آیا کہ کاؤنٹر سے متصل چھوٹے چھوٹے حوضوں میں زندہ مچھلیاں اور کیکڑے لا کر چھوڑ دیے گئے ہیں اور گاہک کی نشان دہی پر مطلوبہ مچھلی کو پانی سے نکال کر ٹھنڈا کیے بغیر ہی کانٹ چھانٹ شروع کر دی جاتی ہے اور پھر اسے خریدار کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

مشرقی برلن کا ٹی وی ٹاور دنیا کے بلند ترین میناروں میں سے ہے جو برلن کے کونے کونے سے نظر آتا ہے، ٹاور کی بالائی منزل پر گھومنے والا ریسٹورنٹ قائم کیا گیا ہے، جہاں کام و دہن کے چٹخاروں کے ساتھ 20،30 منٹ میں بیٹھنے والے کا ایک چکر مکمل ہو جاتا ہے اور یوں وہ برلن کے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کو تاحد نگاہ دیکھ سکتا ہے۔

یہاں کی سڑکوں پر کاروں کی وہ بہتات نہیں جو برلن یا لندن کا خاصا ہے۔ جو کاریں نظر بھی آئیں وہ صرف روسی ساخت کی 'لاڈا' ہیں، شاید چند دوسرے ماڈل بھی ہوں جو میری نظر سے اوجھل رہے ہوں۔

ہم نے چند دعوتی اجتماعات میں بھی شرکت کی جس میں تحریک اسلامی برلین کا سالانہ اجتماع، مسجد عمر بن خطاب اور ایک مکان پر احباب ہند سے ملاقات اور ان کے سوالات کی نشست شامل تھی۔ برادرم محمود ان اجتماعات میں شریک رہے اور ڈاکٹر الدرش برادران عرب کی خواہش پر ان کے مہمان ٹھہرے۔

15 نومبر کو ہم نے HANOVER جانے والی ٹرین کی نشتیں سنبھال لیں۔ 4 گھنٹے کا سفر تھا۔ ہمارے مقابل دو انگریزی سے شد بُد رکھنے والی خواتین اپنی سیٹوں پر براجمان تھیں۔ ہمارے دونوں رفیق سفر ان سے کچھ اسلام کی اور کچھ اخبار عالَم کی باتیں کرتے رہے۔ میں نے اپنی کم گوئی کی بنا پر ایک اچھے سامع کا تاثر دیا۔

اسٹیشن پہنچتے ہی ہم تینوں نے ائرپورٹ کی راہ لی اور رات کے 9 بجے ہم لندن کے ہوائی اڈے پر تھے۔

دونوں رفقاء کی معیت میں یہ سفر بہت خوشگوار گذرا۔(مارچ 2022ء کی اس تحریر کے موقع پر اپنے ان دونوں دوستوں، بھائی عبد الحنان اور جناب حسن الدین کی دعائے مغفرت کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ یہ چاروں حضرات کچھ وقفے وقفے سے اپنے رب کے حضور جاچکے ہیں)

ان دونوں سفر ناموں سے مقصود کچھ پرانی یادوں کو تازہ کرنا ہے۔ اپنے خطابات اور تقاریر کی تلخیص یا بیان مطلوب نہیں ہے، اس لیے ان کا ضمناً اجمالی ذکر آگیا ہے۔

ضمیمہ:

POSTDAM کے میوزیم میں جس کتب خانہ کی فہرست کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہ 17 صفحات پر مشتمل ہے۔

ہم بطور نمونہ مخطوطات حدیث پر مشتمل دو صفحات کا عکس پیش کر رہے ہیں، جن میں 'مسند بقی بن مخلد' کی موجودگی کا تذکرہ ہے جو کہ حدیث کا سب سے بڑا مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔

☆☆☆

متکبر لوگ عقل وفہم میں سب سے کم تر ہوتے ہیں کیوں کہ ان کے قلوب واذہان ظن ووہم سے بھرے ہوتے ہیں؛ اسی لیے جب حق ان کے پاس آتا ہے تو باہر چھلک جاتا ہے؛ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "میں عن قریب ان لوگوں کو اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق غرور کرتے ہیں ۔" اس کے برخلاف تواضع کرنے والے لوگوں میں سب سے بڑھ کر فہم رسا کے حامل ہوتے ہیں!

(شیخ عبدالعزیز الطریفی)

— ٤ —

كتب الاحاديث القليمة

كتب الاحاديث المخطوطة النادرة من جهة الباب الشمالي

مسلسل	اسم المخطوط	اسم المصنف وسنة وفاته	بيان الاجزاء	اسم الناسخ	ملحوظات
١ —	صحيح ابن خزيمة	ابوعبدالله محمد بن اسحاق بن خزيمة النيسابوري (٣١١ هـ)		لا يوجد اسم الكاتب ولكن ذكر اسم العراقي	المجلدان الاخيران سالمان والمجلد الأول ناقص وقد تكلم ابن حجر على روايات كثيرة صحة وضعفا ۔
٢ —	صحيح ابن حبان	ابوحاتم بن حبان البستي (٣٥٤هـ)	نسخة كاملة	ابن حجر	على هامش هذه النسخة صحح ابن حجر روايات كثيرة وتكلم على اسانيدها
٣ —	صحيح "ابوعوانة"	الحافظ يعقوب بن اسحاق بن ابن زيد النيسابوري (٣١٦هـ)	نسخة كاملة	يحيى ابن نجم الانصاري	هذه النسخة بدقة كاملة وهي جديرة بالطبع ۔
٤ —	صحيح المنتقى	ابن السكن (٣٥٣ هـ)		السيوطي	
٥ —	صحيح المستدرك	الحاكم (٤٠٥ هـ)	نسخة كاملة في مجلدين	الامام الذهبي	وفي هامشه تلخيص الذهبي وسيأتي ذكره
٦ —	صحيح الاسمعيلي مستخرج على صحيح البخاري		نسخة كاملة	ابن حجر	لخصه وصححه ابن حجر وسماه المقتنى
٧ —	مستخرج "ابوعوانة" على صحيح مسلم	سبق ذكره	نسخة كاملة	ابن حجر	صححه ابن حجر
٨ —	المستخرج في الحديث	ابن منده (٤٧٠ هـ)	نسخة كاملة	محمد بن يحيى المصري	صححه ابن حجر

ـ ٥ ـ

مسلسل	اسم المخطوط	اسم المصنف وسنة وفاته	اسم الناسخ	بيان الاجزاء		ملحوظات
٩ ـ	المستخرج لأبي نعيم	أبو عبد الله احمد بن عبد الله الاصبهاني	ابراهيم أفندي	نسخة كاملة		صححه السيوطي
١٠ ـ	مسند ابن أبي أسامة	الحارث بن محمد التيمي / ٢٨٢هـ	ـــ	»	»	
١١ ـ	مسند ابن أبي عمرو	أبو عبد الله محمد بن يحيى المدني ـ ٢٤٣ هـ	ملا علي قاري	»	»	
١٢ ـ	مسند الطيالسي	سليمان بن داود بن الجارود ٢٠٤ هـ	ابراهيم أفندي	»	»	
١٣ ـ	مسند أبي عوانة	سبق ذكره	ابن حجر	»	»	
١٤ ـ	مسند ابن أبي شيبة	» »	السيوطي			
١٥ ـ	مسند أبي يعلى الموصلي	الحافظ احمد بن علي الموصلي ٣٠٧ هـ	الشوكاني	»	»	قال : اسماعيل بن محمد ابن الفضل التيمي المسانيد كلها كالأنهار ومسند أبي يعلى كالبحر فيكون مجمع الأنهار وتوجد نسخة في بهوپال بالهند
١٦ ـ	مسند بقي بن مخلد	أبو عبد الرحمن بقي بن مخلد القرطبي / ٢٧٦ هـ				قيل عنه : أنه أكبر مسند في الدنيا
١٧ ـ	مسند أحمد بن حنبل	الامام احمد بن حنبل / ٢٤١ هـ	هذا المسند طبع سابقا بمصر وبهامشه منتخب كنز العمال ويهتم بترتيبه وتحشيته هذه الايام لجنة من أهل الحديث وقدرت الاموال اللازمة للطباعة وقسمت أسهما			
١٨ ـ	مسند البزار (وهو المسند الكبير أيضا)	ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار ـ ٢٩٢ هـ	/ بخط الحافظ الهيثمي وقد لخصه الكاتب وهي نسخة كاملة وقد صححها ابن حجر وهذا المسند معلل يعني تتبين فيه العلل القادحة .			

"افواہ" عربی زبان کا لفظ ہے جو "فَوَہٌ" سے بنا ہے اردو زبان میں بھی مستعمل ہے، قرآن مجید میں اس لفظ کو بارہ(12) مقامات پر ذکر کیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں "بے اصل بات مشہور کرنا، جھوٹی خبر مشہور کرنا، اڑتی ہوئی خبر، غیر یقینی و نا معتبر لوگوں کی خبریں۔

لفظ" افواہ" کو مختلف اندازاور لب و لہجے میں شعراء کرام نے بھی استعمال کیا ہے کسی شاعر نے کہا:

آتا ہے کون کون میرے غم کو بانٹنے
محسن تو میری موت کی افواہ اڑا کے دیکھ

شاعر راحت اندوری نے کہا تھا:

افواہ تھی کہ میری طبیعت خراب ہے
لوگوں نے پوچھ پوچھ کے بیمار کر دیا

اور ایک شاعر حزیں لدھیانوی نے کہا تھا:

جتنے مفلس ہیں وہ ایک روز تونگر ہوں گے
ایک افواہ سنی ہے مگر اخباری سی

دین اسلام نے افواہ کو برائی گناہ اور ایک سماجی برائی تصور کیا ہے اوراس سماجی برائی کو سختی کے ساتھ ختم کرنے کی تعلیم دی ہے اور ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت کے انجام بد سے باخبر بھی کیا ہے، عوام الناس میں سے بعض کا یہی مشغلہ ہوتا ہے کہ وہ صبح سے شام تک کوئی نہ کوئی افواہ پھیلاتے رہتے ہیں اور انسانی سماج بالخصوص مسلم امت کو آزمائشوں، اضطراب و کرب سے دوچار کرتے رہتے ہیں۔ اس دور میں انسانوں کے ساتھ ساتھ جدید میڈیا و ذرائع ابلاغ و خبر رساں ادارے بھی اس کے محرک و علمبر دار ہیں جس کے سبب سماجی زندگیاں درہم برہم ہیں، بنا کسی تحقیق و تصدیق کے کوئی نہ کوئی خبر مشہور کر دی جاتی ہے کسی کے ساتھ بھی ناجائز رشتوں کو جوڑ دیا جاتا ہے، کسی بھی خاندان کو بدنام کر دیا جاتا ہے، کسی کے بھی انتقال کی خبر عام کر دی جاتی ہے، کہیں بھی فسادات کی خبریں مشہور کر دی جاتی ہیں، کسی کا الزام کسی کے سر ڈال دیا جاتا ہے، ایسی خبروں سے انسانیت مجروح ہو جاتی ہے اور سماج میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے، خاندان ٹوٹ جاتے ہیں، فرقہ وارانہ منافرت پھیل جاتی ہے، دنگا و فساد مچ جاتا ہے اسی لئے دین اسلام نے سب سے پہلے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (سورۃ الحجرات:6)

"اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے لئے پریشانی اٹھاؤ۔"

کسی بھی خبر کی تصدیق سے پہلے تحقیق ضروری ہے میڈیا اور واٹس اپ کے اس دور میں لوگوں کو غیر مصدقہ خبریں اڑانے میں بڑی دلچسپی نظر آتی ہے یہ سلسلہ چنگاری کو آگ بنا دیتا ہے، شعلے کو آتش فشاں بنا دیتا ہے اور لوگ اس سے لذت حاصل کرتے ہیں یہی نہیں گھریلو جھگڑے، مساجد و مدارس اور مذہبی جماعتوں کے اختلافات، مذہبی و سیاسی شخصیتوں کی کمزوریوں کو بڑی لذت نفس کے ساتھ پھیلایا جا رہا ہے، ایک زمانہ تھا خبیث و جاہل قسم کے گروہ یہ کام کیا کرتے تھے اب تو شریف النفس علماء زعماء قائدین ہر کس و ناکس اس میدان کا ہیرو نظر آتا ہے، اسلامی شریعت نے گمراہ کن خبروں اور افواہوں سے نمٹنے کے متعدد طریقے استعمال کئے ہیں، اس میں سے ایک جھوٹ کے خلاف جنگ ہے، کیونکہ افواہ پھیلانے والوں کی ابتداء ایسے ہی لوگوں سے شروع ہوتی ہے جو حقیقت واقعہ کے بالکل خلاف باتوں کو گھڑتے ہیں جو شریعت کی نظر میں حرام اور جھوٹ ہے اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴾

"جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔" (سورۃ آل عمران:61)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«وَأَنَّ الكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الفُجُوْرِ، وَإِنَّ الفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبُ عِنْدَ اللهِ كَاذِبًا»

"یقیناً جھوٹ برائی کی جانب لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔" (صحیح بخاری:6094)

اسی طرح جھوٹ کی مذمت یوں بیان کی گئی ہے کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«دَعْ مَايُرِيْبُكَ إِلَى مَالَايُرِيْبُكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِيْنَةٌ وَالكِذب رِيْبَةٌ»

"اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے اور اس چیز کو اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے، سچائی دل کو مطمئن کرتی ہے اور جھوٹ دل کو بے قرار کرتا ہے۔" (جامع ترمذی:2518)

جھوٹی خبروں کو عام کرنے والوں اور افواہوں کو

پھیلانے والوں کو اس حدیث سے سبق لینا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ

"دو فرشتے آپ کو لے کر ایک ایسے شخص کی جانب چلے جو اپنی گدّی کے بل چت لیٹا ہوا تھا، اور اس کے پاس ایک اور شخص (فرشتہ) لوہے کا ترشول لئے کھڑا تھا، پھر وہ اس کے منہ کے ایک طرف جاکر اس کا جبڑا گدّی تک پھاڑ ڈالتا۔ نتھنے اور آنکھ کو بھی اسی طرح گدی تک چیز دیتا پھر دوسری جانب پلٹ کر ایسا ہی کرتا، جیسا کہ پہلی جانب کیا تھا، اور ایک طرف چیر کر فارغ نہیں ہوتا کہ دوسری طرف کا حصہ بالکل درست ہو کر اپنی اصلی حالت پر آجاتا، پھر وہ اس کی طرف پلٹ کر ایسا ہی چیر پھاڑ کرتا جیسا کہ پہلی بار چیرا پھاڑا تھا، نبی کریم ﷺ کہتے ہیں تو میں نے اپنے ساتھ والے دونوں فرشتوں سے پوچھا: سبحان اللہ، یہ دونوں کون ہیں؟ تو ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ: وہ شخص جس کے پاس آپ آئے اور جس کا جبڑا اور نتھنے کو گدّی تک چیرا جارہا تھا وہ ایسا شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا اور جھوٹ بولتا جو دور دور تک پھیل جاتا (افواہ بن جاتی)۔" (صحیح بخاری: 7047)

اسی طرح جھوٹی خبر اور افواہ پھیلانے والے ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر غور وفکر کرنا چاہئے:

«إِنَّ العَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَايَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا فِيْ النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ المَشْرِقِ وَالْـمَغْرِب»

"آدمی اپنی زبان سے ایک بات بولتا ہے اور اس کے متعلق سوچتا نہیں (کہ وہ بات کتنی پھیلے گی کتنا کفر وفساد اور بے حیائی کی طرف لے جائیگی، قوم وملت پر اس کا کیا اثر پڑے گا) جس کی وجہ سے وہ جہنم کے گڈھے میں اتنی دور تک گرتا ہے جتنا پچھم سے پورپ کا فاصلہ ہے۔" (صحیح مسلم: 8892)

افواہوں کو ہوا دینے والا ایک دوسرا عنصر یہ ہے کہ آدمی جو سنتا ہے اسے بنا تصدیق کے پھیلا دیتا ہے ایسے بہت سے کم ظرف ہیں وہ کہتے ہیں کہ بات میڈیا اور واٹس اپ پر آئی ہم نے شیئر کر دی، فلاں فلاں شخص نے کہہ دی ہم نے پھیلا دیا، یہ انداز فکر انتہائی گھناونا ہے اور اللہ کی نظر میں بہت ہی بری بات ہے رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کی مذمت کی ہے اور کہا کہ ایسا ہی آدمی سب سے بڑا جھوٹا و کذاب ہے اور فرمایا: «كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِباً أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ» (صحیح مسلم: 5)

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات (بلا تحقیق) بیان کردے۔"

اسی لئے تمام مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا ، أَوْ لَيَصْمُتْ»

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان و یقین رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنی زبان کھولے تو بھلی بات کرے یا خاموش ہوجائے۔" (صحیح بخاری: 6019)

ہر افواہ پھیلانے والے اور جھوٹی خبر کو عام کرکے اضطراب پیدا کرنے والے مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ ان کی ہر حرکت کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ محفوظ کروارہا ہے کراما کاتبین ہمارے ہر بول کو محفوظ کر رہے ہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں کیا ہے:

﴿مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (سورۃق: 18)

"(انسان) منہ سے جو لفظ بھی نکالتا ہے، اس کے پاس نگہبان (فرشتے اسے لکھنے کے لئے) تیار رہتے ہیں۔"

جو لوگ افواہوں کو سن کی یقین کر لیتے ہیں انھیں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ہرگز یقین نہ کریں بلکہ کنارہ کشی اختیار کرلیں، افواہ پھیلانے والے در اصل مسلم سماج میں خفیہ طور پر داخل ہوجاتے ہیں در اصل وہ منافق ہیں جو چاہتے ہیں کہ مسلم سماج میں اضطراب پیدا ہو جائے جس کا ذکر اللہ نے کیا ہے:

﴿لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾ (سورۃالتوبہ: 47)

"اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔"

اس آیت کی رو سے وہ سب لوگ منافقانہ عادتوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں جو افواہوں کو پھیلا کر مسلم امت و سماج کو انتشار کی سمت ڈالنا چاہتے ہیں اور ان میں باہمی افتراق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

افواہیں اور جھوٹی خبروں کو سننے کے بعد اہل ایمان کا یہ ردعمل ہونا چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو کنارہ کش کر لیں اور اپنے دامن کو بچالیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾ (سورۃالقصص: 55)

"اور جب بیہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے، تم پر سلام ہو ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے۔"

امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ

"جب کوئی آدمی تمہارے پاس آکر یہ کہے کہ فلاں مرد اور فلاں عورت ایسے ایسے برے کام کرتے ہیں تو اس کی تصدیق نہ کرو۔" (الدر المنثور)

تاریخ اسلام اور احادیث میں ایسے بہت سے واقعات

ملتے ہیں جس میں دشمنان اسلام اور منافقین اور حاسدین کی جانب سے پھیلائی جانے والی افواہوں کے سبب ملت اسلامیہ کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے پوری ملت اسلامیہ میں ہیجان بپا ہوا، نفسا نفسی کا معاملہ پیش آیا چند واقعات کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

1۔ سب سے پہلا واقعہ تو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر عائد کیا جانے والا "واقعہ افک" ہے جو منافقین کی جانب سے پھیلائی جانے والی افواہوں میں سے سب سے بڑی افواہ تھی جسے ان کے سردار عبد اللہ بن اُبی بن سلول اور اس کے چیلوں نے تحریک بنا کر پیش کیا، سارے منافقین اس افواہ کو پھیلا کر اپنے کمینے پن اور دل کے روگ کو ثابت کیا، لیکن اس کی زد میں بعض مسلمان بھی آ گئے اور اس افواہ کو یقینی سمجھ لیا، خود رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ الم واضطراب اور کشمکش کی صورت حال سے گزرے، سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران و پشیمان ہو گئے، اس وقت کا سارا اسلامی معاشرہ ہیجان و اضطراب کی کیفیت کا شکار ہو گیا، سارے مسلم سماج پر غم کی تاریکی چھا گئی، صورت حال ایسی ہو گئی کہ کریں تو کیا کریں اور کہیں تو کیا کہیں۔ افواہیں اسی طرح سارے سماج کو ششدر کر دیتی ہیں۔ حتی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والد کے گھر جانا پڑا۔ اس افواہ کے متعلق جو بھی واقعات کتب احادیث ہیں ہم پڑھ سکتے ہیں لیکن اس کی تصویر و تکلیف کو قلمبند نہیں کر سکتے۔ ایک مہینہ کے اضطراب کے بعد اللہ تعالیٰ نے جب آپ رضی اللہ عنہا کی شان میں پاکدامنی کی آیتیں نازل فرمایا تب جا کر رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابو بکر صدیق اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مسلم سماج کو سکون نصیب ہوا۔ اس سارے واقعہ میں کمال کا پہلو یہ ہے کہ افواہ کی اس تحریک سے خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بے خبر رہیں۔ اسی چیز کو افواہ کہتے ہیں، شخصیتیں حقیقت حال سے بے خبر رہتی ہیں لیکن اس کے خلاف افواہ پھیلا دی جاتی ہے۔ اسی لئے اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ جب ایسی افواہ والی، بے بنیاد جھوٹی خبریں عام ہو جائیں تو اسے یقین کرنے کے بجائے اس کا رد کریں، کہیں کہ

﴿سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾

"اللہ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے یہ تو سب سے بڑا الزام ہے۔" (سورۃ النور:12)

اسی طرح اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی معزز و معتبر متقی، پرہیزگار، قائد، رہنما، رہبر، عالم و فاضل کے متعلق خبر آئے تو اس کے متعلق خیر و بھلائی سوچیں اور کہیں کہ یہ تو واضح کھلم کھلا بہتان ہے۔"

2۔ افواہوں کی تاریخ میں دوسرا واقعہ یہ کہ مدینہ میں یہ افواہ پھیلائی جا رہی تھی کہ یہودیوں نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اسی لئے مسلمانوں کے یہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہو رہی ہے، (اور ظاہر سی بات ہے کہ موجودہ زمانے میں ایسی ہی افواہیں پھیلا کر رشتے اور ناطے توڑ دئے جاتے ہیں اور ازدواجی زندگی کو اجیرن بنا دیا جاتا ہے)

اس طرح کی افواہوں کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سماج و معاشرے کو ذہنی طور پر الجھا دیا جائے اور ان میں اضطراب پیدا کیا جائے اس افواہ سے متعلق پوری روایت کتب حدیث میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ "سیدہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے پیٹ میں تھے انہوں نے کہا کہ پھر میں (جب ہجرت کے لئے) نکلی تو وقت ولادت قریب تھا، مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے پہلی منزل قبا میں کی اور یہیں سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا، رسول اللہ ﷺ نے کھجور طلب فرمایا اور اسے چبایا اور بچے کے منہ میں اپنا تھوک ڈال دیا، چنانچہ پہلی چیز جو اس بچے کے منہ میں گئی وہ رسول اللہ ﷺ کا تھوک مبارک تھا، پھر آپ نے کھجور سے تحنیک کی اور اس کے لئے برکت کی دعا فرمائی، یہ سب سے پہلا بچہ اسلام میں (ہجرت مدینہ کے بعد) پیدا ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے کیونکہ یہ افواہ پھیلائی جا رہی تھی کہ یہودیوں نے تم مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اس لئے تم مسلمانوں کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہو گا۔" (صحیح بخاری:5469)

3۔ افواہوں کی تاریخ میں تیسرا واقعہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ کا ہے جب صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ کی خدمت میں روانہ کیا، کیونکہ ان کا خاندان و قبیلہ مکہ میں قیام پذیر تھا اور وہ اچھی طرح آپ کا پیغام پہنچانے کے متحمل تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ

"انہیں (اہل مکہ) کو بتا دو کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں، بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں، انہیں اسلام کی دعوت بھی دو۔"

اور آپ نے فرمایا کہ

"مکہ میں اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے پاس جا کر انہیں فتح کی بشارت سنا دیں اور بتلا دیں کہ اللہ عزوجل اب اپنے دین کو مکہ میں ظاہر و غالب کرنے والا ہے یہاں تک کہ ایمان کی وجہ سے کسی کو یہاں روپوش ہونے کی ضرورت نہ ہو گی۔"

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آپ کا پیغام لے کر روانہ ہوئے، مکہ پہنچ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سربراہان قریش کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنا دیا، جب آپ کی سفارت مکمل ہو چکی تو قریش نے باہمی مشورہ اور قطعی فیصلہ کرنے کے لئے آپ کو روک لیا تاکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو جواب دے کر واپس کر دیں، لیکن دوسری جانب

(منافقین کی جانب سے) یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ نے قتل کر دیا ہے، جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے تمام صحابہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بیعت رضوان لی، جب بیعت مکمل ہوئی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی واپس آ گئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔" اس بیعت میں سب حاضر تھے سوائے ایک منافق کے جس کا نام جد بن قیس تھا۔(الرحیق المختوم:533؛مسند احمد:10790)

(اس واقعہ کو ہم نے یہاں بہت ہی مختصر بیان کیا ہے)

4۔ افواہوں کی تاریخ میں چوتھا واقعہ جنگ اُحد کا ہے جو سنہ 3 ہجری میں واقع ہوا، جب جنگ کا شیرازہ بکھر گیا اور مسلمان حیران و سرگرداں تھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کدھر جائیں، شیطان نے یہ افواہ پھیلا دی، کسی پکارنے والے کی پکار سنائی دی کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے ہیں، اس خبر سے مسلمانوں کا رہا سہا ہوش بھی جاتا رہا، اکثر لوگوں کے حوصلے بھی ٹوٹ گئے، بعض نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور درماندہ ہو کر ہتھیار پھینک دئے۔ اس خبر کے صحیح ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش تک باقی نہ تھی، بقول سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ابھی ہماری یہی کیفیت تھی کہ نبی کریم ﷺ سعد نامی دو صحابہ کے درمیان نمودار ہوئے ہم نے ان کی چال ڈھال سے پہچان لیا، ہم بہت خوش ہوئے اور ایسی خوشی محسوس ہوئی کہ گویا ہمیں کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں۔"

(الرحیق المختوم:413؛ مسند احمد:2478) (یہاں واقعہ مختصر بیان کیا گیا ہے)

5۔ افواہوں کی تاریخ کا پانچواں واقعہ یہ ہے کہ سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تلوار چلانے والے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہیں، ایک مرتبہ یہ افواہ پھیلی کہ رسول اللہ ﷺ کو کافروں نے گرفتار کر لیا ہے، اس خبر پر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ تلوار تھام کر لوگوں سے گزرتے ہوئے گئے، رسول اللہ ﷺ مکہ کے بالائی حصے میں تھے ملاقات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے زبیر! کیا ہوا؟ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے خبر ملی تھی کہ آپ کو کافروں نے پکڑ لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعا دی اور ان کی تلوار کے لئے بھی دعا فرمائی۔"(ابن ابی شیبہ:19864)

الغرض افواہوں کی بھی ایک تاریخ ہے لیکن یہاں غور کرنا ہے کہ افواہیں پھیلانا اور افواہوں پر یقین کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے افواہ پھیلانا، در اصل یہ منافقین، مشرکین اور یہود و کفار کا طریقہ ہے جو افوہوں کے ذریعہ مسلمانوں کو خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ امت مسلمہ میں جو لوگ افواہوں کو پھیلانے کے عادی ہیں یا اس طرح کی افواہوں کی تصدیق کرتے ہیں تو انھیں اپنی عادتیں بدلنی چاہیے کیونکہ یہ غیر مسلمانہ عادتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اضطراب آمیز جھوٹی افواہیں پھیلانے سے محفوظ رکھے۔(آمین)

شب قدر

شاد وخرم نہ ہوں کیوں اہل زمیں آج کی رات
ہے جو مائل بہ کرم عرش نشیں آج کی رات

حامل دین بنے سرور دیں آج کی رات
جن پہ نازل ہوا قرآن مبیں آج کی رات

آج کی رات پہ قربان ہزاروں راتیں
صرف اک رات بس اک رات نہیں آج کی رات

بزم دنیا میں فرشتوں کی جماعت لے کر
رونق افروز ہیں جبریلؑ امیں آج کی رات

لیلۃ القدر ملی ہے تو غنیمت سمجھو
کیا ہر انسان کو ملتی ہے کہیں آج کی رات

مری شہہ رگ سے ہے نزدیک مگر اے مولا
آ مرے اور قریں اور قریں آج کی رات

پوچھتے کیا ہو شب قدر کی قدر وقیمت
آسماں بن گئی یہ سطح زمیں آج کی رات

خیر وبرکت بھی ہے انوار کی بارش بھی ہے
کتنی پرکیف ہے اور کتنی حسیں آج کی رات

آج کی رات شب قدر جو کہلاتی ہے
ہر خذف ریزہ ہے ایک دُرِّ ثمیں آج کی رات

روح کو ملتی ہے بالیدگیٔ فکر ونظر
تازہ ہو جاتا ہے ایمان ویقیں آج کی رات

بھر گیا گوہر مقصود سے دامانِ طلب
شاداں ہو گیا ہر قلب حزیں آج کی رات

آج کی رات ہر اک ذرّہ ہے جو سربہ سجود
خود بخود جھک گئی میری بھی جبیں آج کی رات

چاند سورج کو ضیاء بخشی ہے جس نے حماد
خانۂ دل میں مکیں ہے وہ حسیں آج کی رات

مولانا ابو البیان حماد عمری

رمضان المبارک میں نبی کریم ﷺ بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

خدا کی راہ میں دینا ہے گھر کا بھر لینا
ادھر دیا کہ اُدھر داخلِ خزانہ ہوا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (سورہ الذاریات:56)

اور عبادت مجموعہ ہے بدنی اور مالی عبادت کا۔ اسلام میں کلمۂ شہادت کے اقرار کے بعد نماز اور روزہ کا تعلق بدنی عبادت سے ہے تو زکوٰۃ کا تعلق صاحب استطاعت پر مال سے ہے اور حج کا تعلق مال اور بدن دونوں سے ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ کی بخشی ہوئی جسمانی اور مالی دونوں نعمتوں کو اللہ کے راستے میں لگائے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں 82 مرتبہ نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ زکوۃ صاحب استطاعت پر ہے یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے 75 گرام سونا یا 525 گرام چاندی یا اس کے برابر فاضل دولت عطا فرمائی ہے اور اس پر ایک سال گزر چکا ہے تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے کہ وہ اس میں سے یا اس کی قیمت میں سے اڑھائی فیصد اللہ کے راستہ میں مستحقین پر خرچ کردے۔

رمضان المبارک کے بے پایاں اجر وثواب سے مستفید ہوسکیں، کیونکہ رمضان المبارک میں ہر نیکی کا ثواب 70 درجہ سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ غیر رمضان میں 10 درجہ سے شروع ہو کر 700 تک پہنچتا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اس کے ثواب میں بے حساب اضافہ کرتا ہے۔

زکوٰۃ تو اہل نصاب پر فرض ہے مگر صدقہ وخیرات کی اہمیت ہر مسلمان کے لئے ہے، خواہ وہ صاحبِ زکوٰۃ ہو یا نہ ہو اور ماہ رمضان المبارک میں تو اللہ کے نبی ﷺ کثرت سے صدقہ و خیرات اور جود وسخا فرماتے تھے۔ احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ تیز ہوا سے بھی زیادہ خیر کے کاموں میں سبقت لے جاتے تھے۔ (صحیح بخاری:1902)

اس سلسلہ میں چند آیات اور احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

”جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔“ (سورہ البقرہ:261)

یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو خرچ کروگے وہ اسے 700 گنا بڑھا چڑھا کر ثواب عطا کرے گا اور اس سے بڑھ کر بھی بے حساب عطا کرتا ہے۔

ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

”اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی اور نہ شفاعت اور کافر ہی ظالم ہیں۔“ (سورۃ البقرہ:254)

یہاں اہل ایمان سے کہا جارہا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو کیونکہ آنے والا دن وہ ہے کہ نہ وہاں خرید و فروخت کرسکتے ہیں نہ دوستیاں کام دیں گی نہ سفارشیں کام آئیں گی، وہاں ایمان وعمل صالح کے علاوہ کوئی چیز کام آنے والی نہیں ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے:

﴿وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

”بات یہ ہے کہ جو بھی اپنے نفس کی حرص سے بچیں وہی کامیاب اور بامراد ہیں۔“ (سورۃ الحشر:9)

یعنی بخالت اور کنجوسی سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سخاوت اور فیاضی سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے دیئے ہوئے مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض حسنہ دینے سے تعبیر کیا ہے اور اسے بڑھا چڑھا کر واپس کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

﴿مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

”ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے، اللہ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے۔ اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔“ (سورۃ البقرہ:245)

عموماً آدمی کو مرتے وقت احساس ہوتا ہے کہ کاش میں اپنی زندگی میں یہ مال و دولت اللہ کے راستہ میں خرچ کر کے اپنی آخرت بنالیتا تو اچھا تھا مگر میں نے زندگی میں نہیں کیا، اگر مجھے ایک لمحہ کی مہلت مل جائے تو میں ساری دولت اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾

"اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہنے لگے، اے میرے پروردگار! مجھے تو تھوڑی دیر کے لئے مہلت کیوں نہیں دیتا کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاوں۔" (سورۃ المنافقون:10)

لیکن وقت مقررہ آنے کے بعد اس میں ایک لمحہ کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ (سورہ یونس:49)

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالی کو وہ صدقہ و خیرات زیادہ پسند ہے جو زندگی اور صحت کی حالت میں کیا جائے۔ (صحیح بخاری)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"زندگی اور تندرستی کی حالت میں ایک درہم خیرات کرنا موت کے وقت 100 درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے۔" (سنن ابو داوٗد)

آپ ﷺ نے فرمایا:

"صدقہ وخیرات کرنے سے آنے والی بلائیں اور مصیبتیں رک جاتی ہیں لہٰذا صدقہ وخیرات میں جلدی کرو۔"

اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کرنے سے مال و دولت میں کمی نہیں آتی بلکہ اس میں اللہ پاک بیش بہا برکت عطا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

"تم کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔" (سورۃ سبا:39)

اللہ تعالی کے راستہ میں علانیہ اور خفیہ دونوں طریقوں سے خرچ کر سکتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب تعالی کے پاس اجر ہے اور نہ انہیں خوف ہے اور نہ غمگینی۔" (سورۃ البقرہ:274)

بعض علماء نے کہا ہے کہ زکوۃ علانیہ خرچ کرنا چاہیے اور دیگر صدقات وخیرات چھپا کر، جہاں لوگوں کو ترغیب دلانا ہو وہاں پر علانیہ خرچ کرنا چاہیے اور جہاں یہ مقصود نہ ہو وہاں چھپا کر۔ بہر حال علانیہ خرچ کریں کہ چھپا کر دونوں میں نیت صحیح ہو کہ اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کریں، ریا و نمود کا اس میں دخل نہ ہو۔

کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إنّما الأعمالُ بالنيّاتِ» (صحیح بخاری:1)

"سارے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے حلال کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تعالی حلال کمائی ہی قبول کرتا ہے، تو اللہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور اپنے پاس اس کی اس طرح پرورش کرتا ہے جس طرح کہ کوئی بچھڑے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔" (صحیح بخاری:1014)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات حلال کمائی سے کرنا چاہیے کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ دوسری بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالی روز قیامت صدقہ و خیرات کرنے والے کے میزانِ عمل میں پہاڑ کی طرح اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

صدقہ وخیرات کرنے والوں کے لئے اللہ کے فرشتے بھی اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"ہر روز 2 فرشتے زمین پر اترتے ہیں، ایک یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! سخی اور خرچ کرنے والے کو اچھا بدلہ عطا فرما، دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! بخیل کا مال ضائع کر دے۔" (صحیح بخاری:1442)

صدقہ روز قیامت صدقہ کرنے والے پر سایہ کرے گا۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "روز قیامت سورج جب سر پر ایک میل کے فاصلے پر ہو گا اور ہر شخص اپنے گناہوں کے بقدر پسینہ میں ڈوبا ہوا ہو گا تو اس وقت اس کا صدقہ اس پر سایہ کرے گا۔" (صحیح الجامع للالبانی:4510)

چھپا کر صدقہ کرنے والے عرش الٰہی کے سایہ تلے جگہ پائیں گے، جس دن اس کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہو گا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"سات قسم کے لوگ عرش الٰہی کے نیچے جگہ پائیں گے۔ جس دن اس کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہو گا، ان میں ایک وہ شخص ہے جس نے اس طرح چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔" (صحیح بخاری:1423)

آپ ﷺ نے فرمایا:

"صدقہ اللہ کے غصے کو ختم کر دیتا ہے اور بری موت

سے بچاتا ہے۔"(جامع ترمذی)
آپ ﷺ نے فرمایا:"افضل صدقہ بھوکے کو پیٹ بھر کر کھلانا ہے۔"(سنن بیہقی)
آپ ﷺ نے فرمایا:
"صدقہ کرنے والوں کو صدقہ قبر کی گرمی سے بچائے گا۔"(صحیح الجامع للالبانی:4384)
آپ ﷺ نے فرمایا کہ
"کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر کے جہنم کی آگ سے بچ جاؤ۔"(اللؤلؤ والمرجان::597)
آپ ﷺ نے فرمایا کہ
"اگر صدقہ وخیرات کرنے کے لئے کچھ بھی نہ ہو تو خندہ پیشانی سے ایک میٹھا بول کہہ دو، یہ بھی صدقہ ہے۔"(اللؤلؤ والمرجان:597)
آپ ﷺ نے فرمایا:
"حسد(رشک) 2 قسم کے آدمیوں میں جائز ہے، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دولت سے نوازا ہے اور وہ رات دن اس کو پڑھتا ہے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ اسے رات دن خرچ کرتا ہے۔"(صحیح بخاری:5025)
آپ ﷺ نے فرمایا کہ
"صدقہ کرو کیونکہ تمہیں دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔"(طبرانی)
اسلام میں بخالت اور کنجوسی کی مذمت کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنجوسی اور بخالت سے بچو کیونکہ اس برائی نے پہلے لوگوں کو ہلاک و برباد کیا ہے۔
اس چیز نے انہیں خون بہانے اور حرام چیزوں کو حلال کرنے پر آمادہ کیا ہے۔(صحیح مسلم)
بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر صدقہ اور زکوۃ دے کر بعد میں ان پر احسان جتاتے ہیں یا ان کی بے عزتی کرتے ہیں، اسلام میں اس سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى ۙ لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾
"جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، ان پر تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہوں گے۔"(سورۃ البقرہ:262)
بلکہ اس کے بعد والی آیت میں ارشاد ہوا کہ ایسا صدقہ کرنا کہ جس صدقہ کے بعد لینے والے کو اذیت پہنچے اس سے بہتر ہے کہ اسے صدقہ نہ دیا جائے صرف اچھی بات ہی کی جائے کہ جس سے اس کو تکلیف نہ پہنچے۔ارشاد ہوتا ہے:
"نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا رسانی ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔"(سورۃ البقرہ:263)
آپ ﷺ نے فرمایا کہ
"سائل کو واپس نہ کرو بلکہ کچھ نہ کچھ اسے دو، اگرچہ جلا ہوا کھُر ہی کیوں نہ ہو۔"(سنن ابو داؤد:1667)
مطلب یہ ہے کہ جو بھی میسر ہو وہی پیش کر دو، نہ دینے سے بہتر ہے کچھ دے دو۔
اسلام نہیں چاہتا کہ تم ہمیشہ اعلیٰ چیز صدقہ میں دو بلکہ اس میں اعتدال کی راہ ملحوظ خاطر رہے، نہ ہمیشہ اعلیٰ چیز صدقہ کریں نہ ہمیشہ گھٹیا چیز، بلکہ ضرورت پر اپنے محبوب ترین مال کو بھی راہ خدا میں خرچ کرنے پر ابھارا گیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:
﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴾
"جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔"(سورۃ آل عمران:92)
کسی شاعر نے اس آیت کریمہ کے ٹکڑے کو ایک مصرع بنا کر شعر کہا ہے، ملاحظہ ہو:

ھرچہ داری صرف کن درراہِ اُو
لن تنالوا البر حتی تنفقوا

جو کچھ بھی تمہارے پاس ہو اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دو۔اس لئے کہ اللہ نے خود فرمایا کہ تم ہرگز نیکی اس وقت تک کما نہیں سکتے جب تک کہ اپنی محبوب شئے اس کے راستے میں خرچ نہ کر دو!
یہاں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا کہ عموماً لوگ مانگنے والوں کو تو دے دیتے ہیں مگر نہ مانگنے والے سفید پوش لوگ جو شرم و غیرت کی وجہ سے مانگ نہیں سکتے ہیں، ایسے لوگوں کو بھی دینا چاہئے بلکہ تلاش کر کے دینا چاہئے ۔ قرآن کریم میں انہیں سائل کے مقابلہ محروم (نہ مانگنے والا) کہا گیا ہے۔ کیونکہ نہ مانگنے کی وجہ سے اکثر و بیشتر جائز ضروریات پوری کرنے کے لئے صدقات وزکوۃ وغیرہ سے محروم رہتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ٥ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ (سورۃ المعارج:24-25)
"اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی۔"
اسی طرح یہ بھی عرض کر دوں تو بے جا نہ ہوگا کہ صدقہ فطر جو کہ فقراء و مساکین کے لئے ہے تاکہ وہ لوگ بھی اس کے حصول کے بعد عید کی خوشیوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو سکیں مگر یہاں پر اکثر و بیشتر مساجد و مدارس اور دیگر چیریٹی (Charity) اداروں کے ذمہ دار یہ بھی وصول کر کے ان غرباء کو اس سے بھی محروم کر دیتے ہیں اور یہ پیسہ بڑی بڑی عمارتوں کی تعمیر وغیرہ میں لگا دیتے ہیں، یہ بالکل ظلم ہے۔کم از کم صدقہ فطر ایسے محتاجوں میں تقسیم کریں جس سے وہ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ بھر سکیں نہ کہ حرص وہوس کا!
اللہ کریم ہمیں نیک توفیق عطا فرمائے۔آمین!

☆☆☆

آٹھویں صدی کی تحریک عمل بالحدیث

جناب اکبر شاہ خاں بتاتے ہیں:

سلطان محمد تغلق کے بارے میں ضیا برنی لکھتا ہے:

باسعد منطقی بد مذ ہب و عبید شاعر بداعتقا د و نجم انتشار فلسفی صحبت و مجالست افتاد آ مد و شد مولانا علم الدین کہ اعلم فلاسفہ بود در خلوت او بسیار شد و آں ناجوانمرداں کہ مستغر ق و مبتلاء و معتقد معقو لات بو دند در مبا حثہ و مکالمہ و نشست و برخاست علم معقولات را کہ واسطہ بد اعتقا دی مذہب سنت و جماعت و وسیلت نا استواری تنبیہات و تحذیرات صد بیست و چہار ہزار نقطہ نبوت است در خاطر سلطان محمد (تغلق) چناں بنشادند کہ منقو لات کتب سماوی و احا دیث انبیاء کہ عمدہ ایمان و ستون اسلام و معدن مسلما نی و منبع نجا ت و درجات است۔ چنا نچہ باید وشاید جائے نمانس و ہرچہ برخلاف معقول بوس نشنیدی بہ یقین درخاطر مبارک او نہ نشستے کہ اگر در دل سلطان معقولات فلاسفہ احا طت نہ کر دے ودر منقو لات آ سمانی شوقے و رسوخے بودے باچنداں فضیلت جمیلہ و اوصاف سنینہ کہ ذات اوبداں متحلی بود ہر گز نتوا نستے کہ برخلاف قا ل اللہ و قال الرسول و قال انبیاء و قال العلماء در کشتن مو منے موحد حکم کند فا ما ازجہت آنکہ معقولات فلاسفہ کہ مایہ قساوت و سنگ دلی ست تما می دل او رافرو گرفتہ بود و سیاست مسلماناں و قتل موحداں خوئے و طبیعت او گشتہ و چندیں علما ومشا ئخ وسا دات وصوفیاں و قلندراں و نویسندگاں و لشکریا ن را سیاست فرمود۔

دیکھو کہ اس زمانہ میں معقولات وفلسفہ کو کیا سمجھا جاتا تھا اور قال العلماء کو کس طرح قال اللہ و قال رسول اللہ کا ہم مرتبہ اور جزولازم قرار دیا جاتا تھا۔ ضیا برنی قساوت و سنگ دلی اور قتل مسلم کو حقیقت ثابتہ اور علوم متعارفہ کے طور پر معقولات فلاسفہ کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ اس بات پر بھی غور کرو کہ ضیا برنی ملک سعد الدین کو سعد منطقی بد مذ ہب کا خطا ب کس غیظ وغضب کے ساتھ دے رہاہے۔ یہ وہی سعد منطقی ہے جو خواجہ نظام الدین کا شا گر د رشید اور مرید با اخلاص ہے جس کو سلطان فیروز خلجی نے امیر خسرو کے ساتھ خواجہ کی اجازت سے اپنی مصاحبت میں داخل کیا تھا۔ جیسا کہ خود برنی لکھتا ہے:

امیر خسرو از مقربان در گاہ اوشد شغل مصحف داری فر مود و جامہ کہ ملوک کبار یافتندے امیر خسرو ہم چناں جامہ با کمر بند سپید یا فتے و ملک سعدالدین منطقی را کہ درمجلس شکر ستا نی بو د

(یعنی خواجہ کی مجلس میں رہتا تھا) از جا مہ پلاس قلندری بیرون آوردہ در خیل امر اء گر دانید۔۔۔

یہی ملک سعد الدین یا سعد منطقی ہے کہ جب شیخ شمس الدین ترک کے فارسی رسالہ کو بعض امیروں نے علاء الدین کے پاس پہنچنے سے روک لیا، تو اس نے سلطان کو اس کی اطلاع دی اور سلطان نے اس رسالہ کو طلب کیا۔ برنی کہتا ہے:

و ازاں محدث این کتاب و ایں رسالہ بر بہاء الدین دبیر ریسدہ بہاء الدین کتاب پیش سلطا ن علاء الدین رسا نید و ازطر ف قاضی حمید پنہاں داشت و من از ملک قرا بیک شنیدہ ام کہ سلطان از سعد منطقی شنید کہ ایں چنیں رسا لہ رسیدہ است آں رسالہ را طلبید۔

یہی سعد منطقی ہیں جن کی تصنیف مراۃ العارفین ہے اور جو بعد میں خواجہ رکن الدین ملتانی کے مرید ہوئے اولیائے کبار میں ان کا شمار ہے۔

مولانا علم الدین کہ علا مہ دہر بود گفت من سفر مکہ ومدینہ ومصر وشام کردہ ام (فرشتہ) انہوں نے ہی دہلی کے 53 مولویوں اور غیاث الدین تغلق کی منشاء کے خلاف خواجہ نظام الدین کی نہایت مؤثر تائید و حمایت کر کے خواجہ کو مولویوں اور مفتیوں کے حملے سے بچایا تھا اور یہی وہ مولانا علم الدین ہیں جو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی صحبتوں میں شریک رہ کر ان کی مصیبتوں مباحثوں اور استقامتوں کو بخوبی دیکھ کر 731ھ میں ہندواپس آئے تھے۔

ضیا برنی کی نگاہ مذ ہب کے معاملے میں کس قدر تنگ اور کج واقع ہوئی تھی وہ بدعیہ و شرکیہ مراسم کے

مجموعہ کو۔۔جزو اسلام اور عین اسلام یقین کرتا تھا۔۔ ضیابرنی بڑے سے بڑے عالم۔۔کو فلسفہ اور معقولات سے تعلق رکھنے کے الزام میں مردود اور لعنتی قرار دینے کے لئے تیار ہے۔علم حدیث اور عمل بالحدیث کو وہ معقولات وفلسفہ کہتاہے۔حدیث اور علم حدیث کی صرف نام کی اس کے دل میں عزت ہے لیکن جب مراسم بدعیہ وشرکیہ کو ترک کراکر حدیث پر عمل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور اس کے لئے دلائل پیش کئے جاتے ہیں تو وہ اپنے مراسم کو اصل شریعت کہہ کر ترویج احادیث نبوی کی کوشش کانام معقولات وفلسفہ رکھتااور آپے سے باہر ہو جاتاہے۔یہ بھی غور کرنے کے قابل بات ہے شمس الدین ترک ملتان سے علاءالدین خلجی کے پاس عمل بالحدیث کی ترغیب میں رسالہ لکھ کر بھیجتے ہیں اس زمانے کے مولوی اور مفتی اس کو اپنے عقائد اور مقاصد کے خلاف سمجھ کر سلطان تک نہیں پہنچنے دیتے۔لیکن ملک سعد الدین سلطان سے ذکر کرکے اس رسالے کو سلطان تک پہنچانے کی کوشش کرتاہے جس سے صاف ثابت ہے کہ ملک سعد الدین عمل بالحدیث کا بہت بڑا حامی تھا اور عمل بالحدیث کے مقابلے میں وہ مولویوں قاضیوں اور مفتیوں کے ناراض ہونے کی پرواہ نہیں کرتا۔اسی ملک سعد الدین کو ضیاء برنی سعد منطقی بد مذہب کا خطاب دیتاہے۔(آئینہ حقیقت نما:ص438-442ملخصًا)

شاہ ولی اللہ کے کندھے

سلمان علی خان صاحب (لکھنؤ) نے جنگ آزادی میں علماء کرام کا حصہ، کے نام سے بیس صفحات کا ایک مختصر کتابچہ لکھاہے جس میں بہت سی تاریخی فرو گذاشتوں کے ساتھ اس افسانہ کو بھی ہوا دی ہے۔وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

سب سے پہلے انہوں نے انگریزوں کی بڑھتی ہوئی دست درازی پر ضرب لگانے کے لئے شہنشاہ شاہ عالم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی۔۔۔ ان کی انقلابی سرگرمیوں پر روک لگانے کے لئے انگریزوں نے ان کے دونوں پہنچوں کو اتروا لینے کی روح فرسا سزادی۔(ص4)

پہنچے اتروانے کا قصہ خود ایک افسانہ ہے پھر اسے انگریزوں کی طرف منسوب کرنا افسانہ در افسانہ ہے۔ جہاں تک پہنچے اتروانے کی بات ہے، اس کو سب سے پہلے امیر شاہ خان صاحب نے اپنی کتاب امیر الروایات میں بیان کیاہے۔وہ کہتے ہیں:

اس زمانہ میں ایک تو روافض کا نہائت غلبہ تھا، چنانچہ دہلی میں نجف علی خان کا تسلط تھا۔ جس نے شاہ ولی اللہ کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بے کار کر دیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون نہ تحریر کر سکیں۔(ارواح ثلاثۃ: ص33)

اس روایت کو بہت سے علماء نے نہ صرف نقل کیاہے بلکہ بڑی اہمیت دی ہے جن میں مولوی مناظر احسن گیلانی اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (پاکستان) جیسے محققین کانام لیناکافی ہے۔مگر یہ روایت تاریخی اعتبار سے سرے سے غلط ہے۔نجف علی 1772ء میں پہلی دفعہ دہلی آیا(پھر اس نے بہت جلد ترقی کی یہاں تک کہ امیر الامراء کا خطاب مل گیا)۔اس سے پورے دس سال قبل 1762ء میں شاہ ولی اللہ کا انتقال ہو جاتا ہے۔اور عقلاً بھی یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ شاہ ولی اللہ جیسے پایہ کا مشہور عالم اس مصیبت سے دو چار ہوا اور کسی معاصر تاریخ میں اس کا اشارۃً ذکر تک نہ ہو۔ ان کے سارے شاگرد اور معتقد اس سے ناواقف ہوں یا اس کے خلاف آواز بلند نہ کریں۔پھر اس کی جو علت بیان کی گئی ہے کیا وہ پہنچے اتروانے سے حاصل ہو جاتی؟ کیا شاہ صاحب املاء نہیں کروا سکتے تھے؟ تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ برہان دہلی شمارہ نومبر 1964ء مضمون مولوی محمد عضد الدین ایم اے۔مسلم یونیورسٹی علی گڈھ بعنوان حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے متعلق چند غلط روایات صفحات 293۔تا296 (تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ص166۔167 بھٹکلی)

ایضاح الحق الصریح

شاہ اسماعیل شہید کی ایضاح الحق بہت اہم تصنیف ہے۔اسی کے جواب میں تنویر الحق لکھی گئی تھی جس کے جواب (اور ایضاح الحق کے دفاع) میں میاں نذیر حسین محدث نے معیار الحق رقم فرمائی تھی۔اس کتاب پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ اس میں شاہ صاحب نے اس کتاب میں بہت سے ایسے امور کو بدعت قرار دیاہے جن پر اکابر کا عمل بھی رہاہے۔

اس طرح بالفاظ دیگر شاہ صاحب کو ان اکابر کو مبتدع قرار دیاہے۔ میاں نذیر حسین کے سفر حج کے گرد وپیش زمانے میں لکھنؤ کے اخبار مشیر قیصر میں اس مسئلے کو اٹھایا گیا تو جناب بٹالوی نے اشاعۃ السنہ میں لکھا:

آپ نے فرمایا ہے، ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح میں دنیا کے محدثین وفقہاء واولیاء اللہ اور علماء کے افعال وعقائد بدعت ٹھہرائے گئے ہیں۔ ہم نے مانا کہ صاحب ایضاح نے اطلاق لفظ مبتدع کا ان پر جائز نہیں رکھا مگر یہ حضرات مرتکب بدعت ہوئے تو پھر مبتدع کا اطلاق خود بخود ہو گا۔یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص مارتا ہو اور اسے ضارب نہ کہیں۔

خاکسار (محمد حسین) ملتمس ہے جن افعال وعقائد کو مولانا محمد اسماعیل شہید نے کتاب ایضاح الحق میں بدعت قرار دیاہے، وہ نئی دنیا کے محدثین فقہاء و اولیاء کے عقائد ہوں تو ان کا کوئی منصف ومحقق حامی نہیں۔پرانی دنیا کے محدثین فقہاء واولیاء وعلماء سے تو

ایک شخص بھی وہ اعتقاد نہیں رکھتا جس کو انہوں نے بدعت قرار دیا ہے۔ آپ تمام دنیا کے حالات کہاں جانتے ہیں اور کب بیان کر سکتے ہیں؟ یہ تو زبانی دعوی ہیں۔

آپ ہم کو وہ اعتقاد و اقوال دو چار ہی محدثین یا فقہاء یا اولیاء یا علماء قرون ثلاثہ سے (جن میں ہمارے سر تاج چاروں امام مذہب اور اکثر اصحاب متون حدیث اور بیسیوں متقدمین اولیاء و علماء داخل ہیں) بہ نقل صحیح ثابت کر دیں پھر دیکھیں ہم اس کتاب ایضاح الحق کی کیسی خبر لیتے ہیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ گو مولوی اسماعیل صاحب نے ان لوگوں کو مبتدع نہیں کہا، مگر ان کے افعال کو بدعت کہنے سے ان کا مبتدع ہونا نکلتا ہے۔

ہمارے مدعا کا عین مؤید ہے۔ اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے مسلمانوں کو مبتدع نہیں کہا، چہ جائے کہ کافر کہا ہو۔

رہا یہ کہ ان کے اقوال کو بدعت کہنے سے ان کا مبتدع ہونا نکلتا ہے۔ سو یہ (مبتدع ہونا) نکالنا آپ لوگوں کا فعل ہے، مولوی محمد اسماعیل تو اس کو پسند نہیں کرتے غایۃ ما فی الباب یہ کہ اس میں آپ ان کی علمی غلطی تجویز کریں، سو یہ بات دوسری ہے۔ یہ ہم نے علی سبیل التنزل لکھا ہے اور سچ پوچھو تو اس میں بھی مولوی اسماعیل غلطی پر نہیں۔

بے شک لغۃً و عقلاً قیام مبدء حمل مشتق کا موجب ہوتا ہے اور یہی عامیانہ خیال ہے، اور اسی پر مارنے والے کو ضارب کہنے کی مثال پھبتی ہے، مگر شرعاً (بحکم کتاب و سنت و مذاہب فقہاء امت) یہ بات کلیۃً صحیح نہیں ہے۔ جلد اول صحیح بخاری صفحہ 9 سطر 15 میں

باب المعاصی من أمر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها إلا بالشرك

(گناہ، کفر کے کام ہیں، مگر ان کے مرتکب کو بجز مرتکب شرک، کافر نہ کہا جائے گا) ملاحظہ فرمائیے اور فقہاء و متکلمین کی تصانیف میں مسئلہ عدم تکفیر اہل قبلہ دیکھ لیجئے۔ اس کے بعد مولانا اسماعیل شہید کو جو کہنا ہو سو کہیے۔ مولانا مرحوم ان سب کے مخالف نکلے تو ہم پھر آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ (مضمون نگار مشیر قیصر) نے فرمایا ہے:

پھر صاحب ایضاح الحق نے ایضاح میں تقلید شخصی کو بدعت حقیقہ لکھا ہے اور تنویر العینین میں شرک۔ مولانا سید محمد نذیر حسین نے معیار میں ان کی ہاں میں ہاں ملایا ہے۔

خاکسار ملتمس ہے جس تقلید شخصی (اعتقاد وجوب و بمقابلہ نصوص) کو مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے شرک یا بدعت قرار دیا ہے، اور مولانا سید محمد نذیر حسین نے اس میں ان کا اتباع کیا ہے، وہ ایسی تقلید ہے جس کو کسی محقق حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی محدث فقیہ ولی متقی نے اختیار نہیں کیا۔

بلکہ بہتیروں نے اس کو برا کہا ہے۔ دس، بیس، تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر جس قدر اعیان و اکابر مذہب (جنہوں نے ایسی تقلید کو برا کہا ہے) کے نام نامی آپ چاہیں، میں گن سناتا ہوں۔ اور اگر آپ کو اپنی کمیٹی کے صدر نشین مولوی محمد عبد الحی کے کلام پر اعتماد ہے، تو انہی کے رسالہ النافع الکبیر اور فوائد بہیہ سے اس تقلید کی برائی ثابت کر دکھاتا ہوں۔

پھر اگر مولوی محمد اسماعیل مرحوم اور حضرت شیخنا المحدث الدہلوی نے بھی اس کو برا کہا تو کیا برا کیا۔

(اشاعۃ السنہ جلد6 ص346۔347)

جبر و تشدد اور اخراج عن المساجد

عمل بالحدیث کی تحریک کو دبانے کے لئے عاملین سنت کا معاشرتی، مذہبی بائیکاٹ کیا گیا۔ ان سے میل ملاپ، لین دین بند کیا گیا۔ ان کا اپنی مجالس میں آنا بند کیا گیا۔ ان کو جبر و تشدد کا نشانہ بنایا۔ مساجد کے دروازے ان پر بند کئے گئے اور یہ کام 1857ء کی جنگ کے معاً بعد شروع کر دیا گیا۔ مساجد کے پیش اماموں، خطیبوں، خانقاہوں کے سجادہ نشینوں، صوفیوں، پیروں نے ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها۔ (سورہ بقرہ۔114) کی فہرست میں بڑھ چڑھ کر اپنے نام لکھوائے۔ جرم یہ تھا کہ عاملن بالحدیث نماز میں قبل اور بعد رکوع رفع الیدین کی صحیح اور ثابت شدہ احادیث پر عمل کیوں کرتے ہیں، جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے اختتام پر آمین بالجہر کی صحیح اور ثابت شدہ حدیثوں پر عمل کیوں کرتے ہیں۔ اور نماز میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی صحیح اور ثابت شدہ احادیث پر عمل کیوں کرتے ہیں۔

جناب محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ جلد سوم نمبر 10 کے ضمیمہ میں لکھا:

آرہ ضلع شاہ آباد آمین بالجہر اور رفع یدین پر تنازع ہوا جس کا مقدمہ عدالت میں پہنچا۔ ہنوز وہاں سے کچھ فیصلہ نہ ہوا تھا کہ ایک جنگی مولوی لودھیانہ سے وہاں تشریف فرما ہوا۔ اس نے وہاں جا کر فتوی دیا کہ یہ لوگ آمین کہنے والے مشرک و کافر و مرتد ہیں ان کا مسجدوں سے نکال دینا بحکم آیت وَمَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمَرُوْا مَسَا جِدَ اللهِ لازم ہے۔ اور اس باب میں ایک رسالہ بھی لکھا جس کا نام انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد رکھا اور اس کو عظیم آباد میں طبع کرا کر مشتہر فرمایا۔ اس میں یہ بھی درج کیا کہ

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ پر افترا کرتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ پر افتراء کرنے والا مرتد ہے۔ حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ اس کو قتل کرے اور اگر وہ لاعلمی کے عذر سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہ کریں اور علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ

بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے کفر وار تداد کے فتوے دینے میں تردد نہ کریں۔ ورنہ زمرہ مر تدین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔

اس فتوی و رسالہ نے اس دیار کے دونوں فریق مسلمانوں میں ایسا اشتعال وجوش پیدا کیا کہ

27 تاریخ ماہ رمضان 1297ھ ،(1880ء) کو آرہ کے قریب ایک گاؤں میں آمین کے سبب سخت فوجداری ہوئی اور آپس میں خوب لاٹھی چلی اور خون جاری ہونے کی نوبت پہنچی۔ حکام وقت نے چند اشخاص کو گرفتار کر لیا۔ اسی اثنا میں ایک فریق نے دوسرے فریق کی نسبت حکام کو یہ خبر دی کہ ان لو گوں کا سخت بلوہ کرنے کا ارادہ ہے اس پر کلکٹر ضلع نے کمپ داناپور میں اس مضمون کا تار دیا (یا دینا چاہا) کہ

وہاں سے ایک ہزار گورے مسلح اور دو ضرب توپ جلد روانہ ہوں۔

ڈپٹی مجسٹریٹ نے کلکٹر کو سمجھایا کہ

یہ محض غلط خبر ہے جو مذہبی عناد سے دی گئی ہے فوج منگانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے یہاں ایسا بلوا کرنے والا کوئی نہیں ہے جس پر وہ تجویز ملتوی ہوئی اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی۔ بعد تحقیقات سات اشخاص کو قید کا حکم ہوا اور صدہا روپیہ فریقین کا وکیلوں وغیرہ مصارف میں صرف ہوا۔(10-11)

اور اشاعۃ السنہ جلد نہم میں لکھا تھا:

یہ (اہل حدیث) لوگ عام مسلمانوں کی مسجدوں میں اپنے طور پر نماز پڑھنے سے عموماً روکے جاتے ہیں، بلکہ بعض مواضع میں بعض اشخاص مار پیٹ بھی کھاتے ہیں۔

ان کے درس اور وعظ کی مجالس بھی مزاحمت غیر سے خالی نہیں ہوتیں۔ جہاں اہلحدیث کا وعظ ہوا وہاں دنگہ فساد شروع ہوا، اینٹیں پڑنے لگیں اور گالی گلوچ کی آوازیں آئیں۔ و معہذا ان پر تہمتیں قائم کی گئیں اور آخر نوبت بعدالت پہونچی تو وہاں سے بھی اہلحدیث کو شکست ہوئی۔ (اس کی وجہ بار بار اسٹیکاف کی تحریر میں ملاحظہ کریں)

کسی محلہ یا کوچہ میں کسی اہل حدیث کا قیام ہوا تو عام اہل محلہ میں کھل بل پڑ گئی اور وہ اس امر کے در پے ہوئے کہ اس واعظ یا مدرس کو محلہ سے نکالیں یا اس کے پاس آنے جانے والوں کی خبر لیں۔

ان کے مدرسے اور سوسائیٹیاں بھی مزاحمت غیر سے خالی نہیں۔ جہاں اہلحدیث کا دنیاوی یا دینی علوم کا مدرسہ قائم ہوا یا کسی کمیٹی کا انعقاد ہوا، وہاں چندہ دینے والوں اور ممبروں کو بہکانا شروع ہوا۔ اور بس چلا تو سرکار کو اس مدرسہ اور سوسائٹی کی طرف سے بدظن کیا۔ اور یہ کہہ دیا کہ

اس مدرسہ اور سوسائٹی کا اجراء و قیام گورنمنٹ کی مخالفت کی غرض سے ہے۔

امرتسر پنجاب میں بارہا مسجدوں میں تکرار ہوئے اور نوبت بعدالت پہونچی آخر اہلحدیث پر ایک مقدمہ احراق قرآن قائم کر کے ان کو سزائے قید دلوائی گئی۔

لاہور میں اہل حدیث واعظوں کے وعظوں میں بارہا پتھر پھینکے گئے۔ اہل حدیث کے مدرسہ اسلامیہ پر سخت حملے ہوئے جن کے سبب سے آخر وہ ٹوٹ گیا اور انجمن منتظم مدرسہ کا بھی خاتمہ ہوا۔

لودیانہ میں ایک مجلس وعظ اہل حدیث میں سخت مار پیٹ ہوئی اور آخر نوبت بعدالت پہونچی اور فریقین کے چند اشخاص کو جیلخانہ دیکھنا پڑا۔

دہلی میں ایک مسجد معروف موچیاں والی کی بابت کئی سال عدالت میں مقدمہ رہا اس میں گو فتح اہل حدیث کے ہاتھ آئی مگر چونکہ گھر در لٹوا کر ہاتھ آئی لہٰذا وہ فتح شکست کے بھاؤ پڑی۔

آمین بالجہر پر جابجا وہ مزاحمت ہوتی ہے کہ اس کی نظیر مسلمانوں کے کسی فرقہ میں کسی فعل پر پائی نہیں جاتی۔

پنجاب و ہندوستان کے کسی شہر میں حنفیوں کی مسجدوں میں غالباً کوئی اہل حدیث آمین بالجہر کرنے نہیں پاتا۔ جو کر بیٹھے وہ مار کھاتا ہے۔ اور آخر فریقین کا عدالت کی طرف رجوع ہوتا اس وقت چند مقدمات میرٹھ بنارس وغیرہ کے عدالت میں پیش ہیں۔

پرچہ نصرت السنہ بنارس بابت ماہ ربیع الاول 1304ھ کو ہم نے بڑے افسوس سے پڑھا ہے جس میں یہ خبر درج ہے کہ اڈیٹر نصرۃ السنہ کو جو گروہ اہل حدیث سے ہیں حنفیوں نے عین مختار خانہ کچہری میں زد و کوب آلودہ کیا۔ اسی حالت میں اڈیٹر صاحب عدالت مجسٹریٹی میں پہونچے اور مستغیث ہوئے۔ تاریخ مقدمہ 21 مئی 1887ء مقرر ہے۔ چند مقدمات اور بھی اس رسالہ میں مذکور ہیں جن میں فریق حنفیہ کی گروہ اہل حدیث کے حق میں مزاحمتیں پائی گئی ہیں۔

(اشاعۃ السنہ ج9۔ ص341-343)

☆☆☆

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

" الربا ثلاثة و سبعون بابا ، والشرك مثل ذلك ".

”سود کے تہتر دروازے ہیں، اور شرک کے بھی اسی طرح (اتنے) دروازے ہیں۔“

(السنۃ للخلال:5/18؛رقم:1459)